سلطان صلاح الدین ایوبیؒ

کا

شوقِ جہاد

جہاد کی محبت اور جہاد کا عشق ان کے رگ و ریشہ میں سما گیا تھا اور ان کے قلب و دماغ پر چھا گیا تھا یہی ان کا موضوع گفتگو تھا اس کا ساز و سامان تیار کرتے رہتے تھے اور اس کے اسباب و وسائل پر غور کرتے۔ اسی مطلب کے آدمیوں کی اُن کو تلاش رہتی اسی کا ذکر کرنے والے اور اسی کی ترغیب دینے والے کی طرف وہ توجہ کرتے۔ اس جہاد فی سبیل اللہ کی خاطر انہوں نے اپنی اولاد اور اہل خاندان اور وطن و مسکن اور تمام مِلک کو خیرباد کہا اور سب کی مفارقت گوارا کی اور ایک خیمہ کی زندگی پر قناعت کی جس کو ہوائیں ہلا سکتی تھیں کسی شخص کو اگر ان کا قرب حاصل کرنا ہوتا تو وہ ان کو جہاد کی ترغیب دیتا، قسم کھائی جا سکتی ہے کہ جہاد کا سلسلہ شروع کرنے کے بعد انہوں نے ایک پیسہ بھی جہاد اور مجاہدین کی امداد و اعانت کے علاوہ کسی مصرف میں خرچ نہیں کیا

النوادر السلطانیہ ص ۱۶۵

از قاضی ابن شدادؒ

احادیث الرسول صلی اللہ علیہ وسلم

محمد سعید الرحمن علوی

حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے فضائل

عَنْ عَائِشَۃَ رضی اللہ تعالیٰ عنہا قَالَتْ بَیْنَا رَأْسُ رَسُوْلِ اللّٰہِ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ و اصحابہٖ وسلم فِیْ حِجْرِیْ فِیْ لَیْلَۃٍ ضَاحِیَۃٍ اِذْ قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ ھَلْ یَکُوْنُ لِاَحَدٍ مِّنَ الْحَسَنَاتِ عَدَدَ نُجُوْمِ السَّمَاءِ قَالَ نَعَمْ عُمَرُ قُلْتُ فَاَیْنَ حَسَنَاتُ اَبِیْ بَکْرٍ قَالَ اِنَّمَا جَمِیْعُ حَسَنَاتِ عُمَرَ حَسَنَۃٌ وَّاحِدَۃٌ مِّنْ حَسَنَاتِ اَبِیْ بَکْرٍ۔

(رواہ رزین)

حضرت اُمّ المومنین سیّدہ عائشہ صدّیقہ سلام اللہ تعالیٰ علیہا و رضوانہ سے روایت ہے۔ وہ فرماتی ہیں کہ ایک چاندنی رات میں جبکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ و اصحابہٖ وسلم کا سرِاقدس میری گود میں تھا میں نے عرض کیا یا رسولؐ اللہ! کیا کسی شخص کی اتنی نیکیاں ہیں جتنے آسمان میں ستارے ہیں؟ فرمایا، ہاں عمرؓ کی اتنی نیکیاں ہیں۔ میں نے عرض کیا کہ ابوبکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی نیکیوں کا کیا حال ہے؟ فرمایا عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی تمام نیکیاں ابوبکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی نیکیوں میں سے ایک نیکی کے برابر ہیں۔

اس حدیث پاک میں "بزم صحابہؓ" کے دو اہم ترین بزرگوں حضرت ابوبکر صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کمالات و فضائل کا ذکر ہے۔ جیسا کہ ہم نے گذشتہ ہفتہ ذکر کیا تھا کہ ہر جماعت اور طبقہ کے افراد میں باہمی فضیلت کا اصول بالکل مسلّم ہے اور یہ اصول حضرات صحابہ علیہم الرضوان میں بھی جاری و ساری ہے۔ اس اصول کے پیش نظر حضرت ابوبکر صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مقام و مرتبہ بہت بلند اور اتنا بلند ہے کہ ما لا مزید علیہ۔ آپ کے بعد حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذات گرامی ہے جو ایک وجہ سے پوری جماعت صحابہ میں ممتاز ہے وہ وجہ حضرت امیر شریعت السید عطاء اللہ شاہ بخاری الحسنی قدس سرہٗ کے الفاظ میں یہ ہے۔ کہ باقی تمام صحابہ حضور علیہ السلام کے ارادت مند اور مرید ہیں جبکہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کی مراد ہیں —— یہ حضور علیہ السلام کی اسی مبارک دعا کی طرف بلیغ اشارہ ہے جس میں آپؐ نے اللہ تعالیٰ سے اسلام کی عظمت و سربلندی کے لیے عمر و عمرو میں سے ایک کو اللہ سے طلب کیا تھا۔ عمر سے مراد حضرت عمرؓ کی ذات گرامی ہے اور عمرو سے مراد فرعون امت ابوجہل ہے جو اپنی بدبختی و نامرادی کی وجہ سے آخر دم تک اسلام کا بدترین مخالف رہا اور آخر غزوہ بدر میں ذلت و رسوائی کی موت مرا۔ اس ایک وجہ سے تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جو امتیاز حاصل ہے وہ انہی کا حصہ ہے جبکہ بہ حیثیت مجموعی حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان سے بڑھے ہوئے ہیں۔

کسی کی عزت و عظمت کا

باقی ص۱۳ پر

جلد ۲۶ ٭ شمارہ ۵
۱۸ ر رمضان المبارک ۱۴۰۰ھ ٭ یکم اگست ۱۹۸۰ء

— اس شمارہ میں —

رئیس الادارہ

پیر طریقت حضرت مولانا عبید اللہ انور مدظلہ

مدیر منتظم : — میاں محمد اجمل قادری
مدیر : — محمد سعید الرحمٰن علوی

بدل	سالانہ -/۶۰ روپے ششماہی -/۳۰ روپے
اشتراک	سہ ماہی -/۱۵ روپے فی پرچہ ۵۰/۱ روپیہ

حتمی فیصلہ ؟

نوائے وقت (۱۶ ر جولائی) کے مطابق صدر پاکستان نے راولپنڈی کی ایک تقریب میں جو مستحق افراد میں زکوٰۃ تقسیم کرنے کے سلسلہ منعقد ہوئی ۔ فرمایا کہ

> ۲ ½ فیصد کی مقررہ شرح سے زکوٰۃ لازمی طور پر کاٹی جائے گی تاہم فقہ جعفریہ سے زکوٰۃ کی وصولی کے لیے متعلقہ قانون میں ۱۵ ر ستمبر تک ترمیم کر دی جائے گی ۔ انہوں نے کہا کہ اب تک جو کچھ ہو چکا ہے وہ اٹل اور حتمی ہے البتہ اس کے نفاذ میں اقلیتیں متاثر نہیں ہوں گی ۔"

زکوٰۃ عشر آرڈیننس کے ضمن میں ہم نے اس سے قبل بھی اپنے خیالات کا اظہار کیا تھا جس کا خلاصہ یہ تھا کہ آرڈیننس کا نفاذ اپنی جگہ مبارک لیکن اس میں جو سقم ہیں انہیں سنجیدہ مخلص ، دیانتدار اور اصابت رائے کے مالک علماء کے مشورہ سے دور کیا جائے ۔ اس کے بعد سے جو صورت حال سامنے آئی ہے اس میں ایک تو اسلام آباد میں شیعہ حضرات کا کنونشن تھا جس کا مقصد زکوٰۃ آرڈیننس میں فقہ جعفریہ کے نقطہ نظر سے ترمیم تھی تا کہ شیعہ حضرات اس کے مطابق عمل کر سکیں ۔ دوسرے خود اہلسنت و جماعت میں سے بعض حضرات کا مؤقف اور نقطہ نظر ہے جس میں وہ مبینہ خرابیوں کا بار بار ذکر کر رہے ہیں ۔ تیسرا مسئلہ پاکستان کی زمینوں کا ہے کہ وہ عشری ہیں یا خراجی ؟ ۱۶ ر جولائی کے نوائے وقت میں ہی اس سلسلہ میں ایک مضمون چھپا ہے جس میں مضمون نگار نے اپنے ایک سابقہ مفصل مضمون کا حوالہ دیتے ہوئے اس بات پر اصرار کیا ہے کہ پاکستان کی زمینیں

خراجی ہیں۔ انہوں نے بتایا ہے
کہ انہوں نے ۱۹۶۹ء میں اسلام آباد
کی ایک میٹنگ میں اس نقطہ نظر
کو پیش کیا اور اس وقت کی
نظریاتی کونسل کے چیئرمین علامہ
علاء الدین صدیقی مرحوم سے بات
کی جس کے بعد فیصلہ ہوا کہ
میں خالد اسحٰق صاحب سینئر رکن
نظریاتی کونسل (تب اور اب)
کی نگرانی میں اس عنوان پر کام
کروں چنانچہ بقول مضمون نگار
انہوں نے دو ماہ کراچی میں
خالد صاحب کی لائبریری میں بیٹھ
کر مطلوبہ کتاب تیار کی، اور
سنہ کا قومی بجٹ بھی بنا دیا
جس میں موجودہ ٹیکسوں میں سے
ایک ٹیکس بھی نہ تھا۔

موصوف نے گلہ کیا ہے کہ
موجودہ آرڈیننس نافذ کرنے سے
پہلے کونسل کے سابقہ کام کا جائزہ
نہیں لیا گیا۔

اس تفصیل کا مطلب یہ
ہے کہ یہ ایسا مسئلہ نہیں جسے
یوں نظر انداز کر دیا جائے۔
بہت سے محقق علماء ایسے ہیں
جو اس مسئلہ پر خامہ فرسائی کر
چکے ہیں اور یہ ثابت کر چکے
ہیں کہ یہ زمینیں خراجی ہیں۔
پھر زکوٰۃ عشر آرڈیننس
پر جب اعتراض ہوئے تو وزیر
خزانہ نے اپنی بجٹ تقریر میں
ان کا ذکر کیا اور بعض چیزوں
کی اصلاح کی طرف اشارہ بھی
کیا اور اب نظریاتی کونسل کے
چیئرمین اور بعض دوسرے حضرات
بھی بعض چیزوں کی وضاحت میں
مشغول ہیں۔

یہ سب مسائل ایک
طرف اور صدر صاحب کا یہ
فرمان ایک طرف کہ اب تک
جو کچھ ہو چکا وہ صحیح ہے۔
ہمارے خیال میں یہ بات صحیح
نہیں ـــ ہم اپنے ذوق و مسلک
کے اعتبار سے اس ملک کو ایک
خالص نظریاتی اسلامی مملکت دیکھنا
چاہتے ہیں لیکن اس طرح نہیں
جس کے نتیجہ میں مسائل حل ہونے
کے بجائے الجھیں اور قوم الٹا
کرے اسلام سے متعلق کسی بدگمانی
یا منفی اندازِ فکر کا شکار ہو جائے

ہم بارِ دگر کہنا چاہتے
ہیں کہ صدر صاحب اور ان کے
رفقاء اور ادھر ان کے سیاسی
حریف اس عنوان کو اپنے وقار
کا مسئلہ نہ بنائیں اور باہم سر
جوڑ کر ایسا طریقہ اختیار کریں
کہ یہ قانونی اقدامات اسلام کے
نظام عدل کے عملی نفاذ کے لیے
صحیح پیش رفت کا کام دے
سکیں۔ اس وقت زمینوں کی
حیثیت متعین کرنے، اموال ظاہرہ
اور اموال باطنہ کی وضاحت،
نصاب، کرنٹ اور سیونگ
اکاؤنٹس، جبری کٹوتی جیسے مسائل
سنگین الجھنوں کا باعث بنے
ہوئے ہیں۔ ان کا علاج اسی
صورت ممکن ہے کہ حکومت کی
قائم کردہ نظریاتی کونسل فوری
طور پر دوسرے اہلِ علم سے
رابطہ کر کے ایک ایک مسئلہ کی
تنقیح کرے اور پھر ایسی شکل میں
یہ قانون سامنے آئے کہ ہر طرح
کا اطمینان ہو۔

علوی

اللہ اللہ اللہ اللہ اللہ اللہ
اللہ اللہ اللہ اللہ اللہ اللہ
الحمد للہ الحمد للہ اللہ الحمد للہ
الحمد للہ الحمد للہ الحمد للہ اللہ
الحمد للہ الحمد للہ الحمد للہ اللہ

بلغ العلیٰ بکمالہٖ
کشف الدجیٰ بجمالہٖ
حسنت جمیع خصالہٖ
صلوا علیہ وآلہٖ

ایک خبر بلا تبصرہ

جناب مولانا محمد تقی عثمانی صاحب نائب مہتمم دارالعلوم کراچی نے اسلامی نظریاتی کونسل کی رکنیت سے استعفا دیدیا ہے، انہوں نے ۱۹ر جولائی کو صدر مملکت کے نام مفصل خط میں اپنے استعفا کی وجوہات بیان کی ہیں انہوں نے کہا ہے کہ ایک مدت سے میں اپنی مصروفیات اور کونسل کے ساتھ بعض سرکاری محکموں کے حوصلہ شکنی کے رویہ کی بناء پر کونسل سے کنارہ کشی اختیار کرنا چاہتا تھا لیکن کونسل نے اسلامی قوانین کی تدوین کا کام شروع کیا ہوا تھا اس سے گہری دلچسپی کی بناء پر حوصلہ شکن حالات کے باوجود اس کا ساتھ دیتا رہا لیکن حال ہی میں شیعہ کنونشن کے بعد اسلام آباد میں جو واقعات رونما ہوئے اور ان کے نتیجے میں فقہ جعفریہ کے مطابق الگ قانون سازی کے اس ارادہ کا اظہار کیا گیا ہے اس نے احقر کے نزدیک نہ صرف نفاذ شریعت بلکہ اسلامی قوانین کی تدوین کے مشن کے لئے سنگین صورت حال پیدا کر دی ہے، انہوں نے کہا ہے کہ اس مسئلے سے متعلق میری تجویز کسی فرقہ وارانہ تعصب پر مبنی نہیں ہے اور نہ بات صرف اتنی ہے کہ کسی مخصوص فرقے کے چوہری صرف چار آنکلیاں کاٹیں تو ہمیں کیا حرج؟ بلکہ یہ ایک بنیادی اصول کا سوال ہے، شخصی معاملات میں ہر فرقے کے لئے اس کی فقہ کا نفاذ ایک معقول بات ہے، لیکن اگر ملک کے عام قوانین میں فرقہ وارانہ بنیاد پر تفریق کا دروازہ کھولا گیا تو اس سے ہر فرقہ کے لئے اس بات کا جواز پیدا ہوگا کہ وہ اپنے لئے الگ قانون کا مطالبہ کرے، اس طرح ملک کے ہر معاملے میں دسیوں متوازی قانون جاری ہونگے، جن کی موجودگی میں مملکت کا نظام معقولیت کے ساتھ چل ہی نہیں سکتا۔

"اس لئے میں کونسل کی رکنیت سے مستعفی ہونے پر مجبور ہوں۔"

ہے تکبر زر پہ لاحاصل کہ بعد از مرگ بس
ایک ہی رستہ ہے سب شاہ و گدا کے واسطے

مال و زر ملک و زمین گنج و سپاہ
کب کسی کو ہے بقا سب ہے فنا کے واسطے

کچھ لوگ تمنائے زر و مال میں خوش ہیں
اور بعض تماشائے خد و خال میں خوش ہیں

اسباب ہیں سودائی یہ سب رنج و الم کے
اچھے ہیں وہی کہ ہر حال میں خوش ہیں

زندگی ایک دن ہو یا سو سال گذر جاتی ہے
کمبلی ہو کہ ناند پہ یا شال گذر جاتی ہے

امیروں کی اگر با اقبال گذر جاتی ہے
غریبوں کی بھی بہر حال گذر جاتی ہے

سبحان اللہ سبحان اللہ سبحان اللہ
سبحان اللہ سبحان اللہ سبحان اللہ
سبحان اللہ سبحان اللہ سبحان اللہ

خطبہ جمعہ

ضبط و ترتیب : مولانا عبدالرؤف فاروقی

قرآن نسلِ انسانی کے لئے ذریعہ ہدایت ہے

○ جانشین شیخ التفسیر حضرة مولانا عُبید اللہ انور مدظلہم ○

الحمد للّٰہ وکفی وسلامٌ علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ : امّا بعد : فاعوذ باللّٰہ من الشیطٰن الرجیم : بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم :

شہر رمضان الذی انزل فیہ القراٰن ھدًی للنّاس و بیّنٰتٍ مّن الھدٰی والفرقان - (صدق اللّٰہ العظیم)

محترم حضرات! رمضان المبارک کا مہینہ مختلف روحانی اور تاریخی پہلوؤں سے مسلمانوں کے لیے بڑی اہمیت کا حامل مہینہ ہے کہ اس میں جہاں اللہ تعالیٰ کی رحمت کے خزانے امتِ مسلمہ کے لیے کھول دیے جاتے ہیں شیطانوں کو پابند سلاسل کر کے مسلمان کے لیے نیکی کے بے شمار مواقع پیدا کئے جاتے ہیں۔ مسلمان کے لیے ایک نفلی عبادت کا ثواب ایک فرض عبادت تک اور ایک فرض عبادت کا ثواب ستر فرض عبادتوں تک بڑھا دیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت و مغفرت گناہوں کے بخشنے کے لیے بہانے تلاش کرتی ہے اور روزوں کے ذریعہ مسلمانوں کو صبر، جہاد، سخاوت، غریب پروری اور دوسری اسلامی اخلاقیات کی عملی تربیت دی جاتی ہے وہاں اس مہینے میں ایک رات ایسی بھی ہے جو قرآن کے فیصلے کے مطابق ایک ہزار مہینے پر فضیلت رکھتی ہے اور وہ نزولِ قرآن کی رات ہے جسے قرآنی اصطلاح میں لیلۃ القدر کا نام دیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ تاریخی نقطہ نگاہ سے اس مہینے میں کفر اور اسلام کے درمیان میدان بدر میں سب سے پہلا معرکہ رونما ہوا۔ پھر اسی مہینے میں فتح مکہ کا اہم واقعہ پیش آیا۔ اس کے علاوہ اسی مہینے میں خلیفۂ چہارم، دامادِ رسولؐ، صہرِ فاروقِ اعظم حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ، حضرت فاروقِ اعظم اور حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہما کی طرح یہودی، سبائی سازش کا شکار ہو کر کوفہ کی جامع مسجد میں شہید ہوئے اور اسی رمضان کے مبارک مہینہ میں ام المومنین حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ سلام اللہ و رضوانہٗ علیہا اس دارِ فانی سے رخصت ہوئیں۔ اس کے علاوہ بھی اسلامی تاریخ کے بہت سے اہم واقعات اس مہینہ کے ساتھ وابستہ ہیں جن کی وجہ سے یہ مہینہ مسلمانوں کے لیے جذباتی وابستگی کا مہینہ بن چکا ہے۔

محترم حضرات! ان میں سے ہر واقعہ اپنی جگہ پُرعظمت ہے اور تفصیلی بیان کے لیے لمبے وقت کا تقاضا کرتا ہے لیکن آج کے مختصر وقت میں ہم اختصار کے ساتھ قرآن حکیم کے فضائل کے سلسلہ میں چند گذارشات پیش کریں گے۔

رمضان قرآن کا مہینہ ہے۔

اللہ تعالیٰ ان بہت سی خصوصیات کے باوجود اس ماہ مبارک

کہ قرآن کے نزول کا مہینہ قرار دیا
ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے کہ شھر
رمضان الذی انزل فیه القرآن
ھدًی للناس و بینٰت من الھدٰی
والفرقان۔ رمضان کا مہینہ وہ
ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا
جو لوگوں کے لیے ہدایت ہے اور
رہنمائی کے لیے روشن دلائل اس میں
موجود ہیں اور حق و باطل کے درمیان
فرق و امتیاز کرنے والی کتاب ہے۔

حاشیہ شیخ الاسلامؒ

"حدیث میں آیا ہے کہ صحف
ابراہیمی اور توریت و انجیل سب
کا نزول رمضان ہی میں ہوا اور
قرآن شریف بھی رمضان کی چوبیسویں
رات میں لوح محفوظ سے اوّل
آسمان پر سب ایک ساتھ بھیجا
گیا پھر تھوڑا تھوڑا کر کے مناسب
احوال آپ پر نازل ہوتا رہا اور
ہر رمضان میں حضرت جبرئیل علیہ
السلام نازل شدہ قرآن آپ کو
مکرر سنا جاتے تھے۔ ان سب حالات
سے مہینہ رمضان کی فضیلت اور
اور قرآن مجید کے ساتھ اس کی
مناسبت اور خصوصیت خوب ظاہر
ہو گئی۔ اسی لیے اس مہینہ میں
تراویح مقرر ہوئی۔ پس قرآن کی
خدمت اس مہینہ میں خوب اہتمام
سے کرنی چاہیے کہ یہ اسی واسطے
مقرر و معین ہوا ہے۔"

محترم حضرات! ہمارا قرآن
احادیث کی روشنی میں یہ عقیدہ
ہے کہ اسلام اللہ تعالےٰ کا وہ
مذہب ہے جو سارا نسل انسانیت
کے لیے فلاح و کامیابی کا ضابطۂ
حیات، قانونِ قدرت اور آئین
الٰہی ہے اور قرآن حکیم اس کی
مرتب شدہ کتابی صورت ہے۔
جس کو اللہ رب العالمین نے
مسلمانوں میں عملی نفاذ کے لیے
نازل فرمایا ہے اور اس بات
کا اعلان کیا ہے کہ اس پر عمل
دنیا و آخرت میں انسانیت کے
سکون و کامیابی کا ضامن ہے۔

قرآن و حدیث کی روشنی
میں یہ امر واضح ہو جاتا ہے کہ
قرآن سراپا رحمت و برکت ہے
اسے گھر میں رکھنا، اس کی تلاوت
کرنا، اس کی تلاوت سننا باعثِ
اجر و ثواب اور اس پر عمل
کرنا باعثِ فلاح و کامیابی ہے۔
چنانچہ سیدالکونینؐ کی حدیث
ہے اَلْمَاھِرُ بِالْقُرْاٰنِ مَعَ السَّفَرَۃِ
الْکِرَامِ الْبَرَرَۃِ وَالَّذِیْ یَقْرَأُ
الْقُرْاٰنَ وَیَتَتَعْتَعُ فِیْہِ وَھُوَ
عَلَیْہِ مِیثَاقٌ لَہٗ اَجْرَانِ"
قرآن کو مہارت کے ساتھ پڑھنے
والا اعمال کے اعتبار سے بزرگ
و نیکوکار فرشتوں کے ساتھ ہے
اور جو شخص قرآن کو اٹک اٹک
کر مشقت کے ساتھ پڑھتا ہے
اس کو دوہرا ثواب ملے گا۔"
اس سے معلوم ہوا کہ
قرآن حکیم کو پڑھنے کے لیے جتنی
کوشش و محنت کی جائے اتنی
ہی خدا تعالےٰ کی طرف اجر و
ثواب کا ذریعہ اور برکت کا
باعث ہے اسی لیے حضور علیہ
الصلوٰۃ والسلام نے قرآن پڑھنے
اور پڑھانے والوں کو سب سے
بہتر انسان قرار دیتے ہوئے کہا
"خَیْرُکُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْاٰنَ
وَعَلَّمَہٗ"

قرآن باعثِ عزت و سرفرازی

محترم حضرات! قرآن حکیم
انسانوں کے لیے اللہ تعالیٰ کے
آخری اور حتمی پیغام کی حیثیت
رکھتا ہے اور ہمارا دعویٰ ہے
کہ کائنات میں ہر لحاظ سے قرآن
حکیم ہی ایک ایسی کتاب ہے
جسے کامل و اکمل، محفوظ و مربوط
اور افضل و برتر ہونے کا درجہ
حاصل ہے اور قرآن کا یہ
دعویٰ حقائق پر مبنی ہے کہ جو
اس کے ساتھ جس طرح کا تعلق
پیدا کرتا ہے وہ اسی طرح کے
نتائج سے دوچار ہوتا ہے۔
سیدنا حضرت فاروق اعظم رضی
اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی صحیح مسلم
شریف کی روایت کے مطابق فرمایا
تھا کہ سیدالکونین علیہ الصلوٰۃ والسلام

نے فرمایا کہ اِنَّ اللّٰہَ یَرْفَعُ بِھٰذَا الْکِتَابِ اَقْوَامًا وَّیَضَعُ بِہٖ اٰخَرِیْنَ۔ یعنی اللہ تعالیٰ اس کتاب یعنی قرآن مقدس کے ذریعہ ایک قوم کو بلند کرتا ہے (یعنی عزت سربلندی اور رفعت و عروج سے ہمکنار کرتا ہے)۔ اور دوسری قوم کو پست کرتا ہے۔ یعنی ذلت و نامرادی اور پستی اُس کا مقدر بنا دی جاتی ہے۔ یہ تقسیم قرآن حکیم کا احترام اور اس پر عمل کے اعتبار سے ہے کہ جو قوم یا کسی قوم کا جو فرد اگر قرآن کا احترام کرتے ہوئے خود بھی اس پر عمل کرے اور دوسروں کو بھی اس کے احترام و عمل کی دعوت دے۔ اللہ تعالیٰ اس کو دوسروں کے مقابلہ میں عزت سے نوازتے ہیں لیکن اگر کوئی اس سے بے اعتنائی برتتا اور اس کو چھوڑ کر کسی اور فلسفے اور نظریے کو اپنی زندگی کے لیے منتخب کرتا ہے وہ دنیا و آخرت میں ذلیل و رسوا ہو جاتا ہے۔

حضرات محترم! مسلمانوں کے عروج و زوال کی داستان بھی درحقیقت اسی حقیقت کے ساتھ وابستہ ہے کہ جب تک اس قوم نے قرآن کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا مطلوبہ تعلق قائم رکھا اللہ تعالیٰ نے بھی دوسری اقوام پر اسے فوقیت، برتری، غلبہ اور عزت عطا فرمائی لیکن جب سے اس قوم نے قرآن حکیم کے حقیقی تقاضوں کو پورا کرنا چھوڑ دیا تو اللہ تعالیٰ کی نصرت و تائید بھی روک لی گئی۔ لیکن ہمارا ایمان ہے کہ آج بھی جو شخص، طبقہ یا قوم اس کی طرف متوجہ ہوتی ہے اللہ تعالیٰ اس پر اپنے وعدے پورے فرماتے ہیں۔

حضرات! آپ نے اپنے سامنے ہمارے حضرت رحمۃ اللہ کی زندگی کا مشاہدہ کیا کہ جب وہ لاہور میں تشریف لائے اکیلے تھے اور کوئی پرسانِ حال نہ تھا۔ لیکن انہوں نے قرآن کی خدمت کو اپنا مشن بنایا اور اپنی ساری زندگی قرآن کے احکام کے مطابق گذارنے اور پوری قوم کو اس کی طرف دعوت دینے میں گذاری گویا انہوں نے قرآن کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنا لیا تو پھر خدا تعالیٰ نے ان کو کیسی عزت اور قبولیت سے نوازا کہ جہاں مسلمان اُن کے اشارے پر اسلام کے لیے جان کی قربانی دینے کے لیے تیار تھے وہاں حکومتیں ان کے نام سے کانپتی تھیں۔ یہ سب قرآن ہی کی برکت تھی۔

اللہ تعالیٰ اُن کی قبر کو منور فرمائے اور ہمیں قرآن کی خدمت کو اپنی زندگی کا مشن بنانے کی توفیق عطا فرمائے۔

و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

امام الاولیاء حضرت لاہوری نور اللہ مرقدہٗ

مجلسِ ذکر، واہ کینٹ

منعقدہ: ۱۰ / جولائی ۱۹۸۰ء

از: الحاج احمد عبد الرحمٰن صدیقی، نوشہرہ

مرتبہ: محمد عثمان غنی، بی، اے

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم:۔

حضرت لاہوریؒ اور معاصرین

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے۔ کہ اللہ کے بندے وہ ہیں، بہترین بندے وہ ہیں کہ جب اُن کو دیکھا جائے تو اللہ یاد آ جائے۔ اس قسم کے اولیاء کرام کو دیکھتے ہی اللہ یاد آ جاتے ہیں حضرت شیخ لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کی کیا بات ہے؟ مجھے الحمدللہ حضرت جانشین شیخ التفسیر مولانا عبیداللہ انور دامت برکاتہم کی سرپرستی میں حضرت اقدس امام الاولیاء حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کی سوانح عمری لکھنے کا اور مرتب کرنے کا شرف حاصل ہو رہا ہے۔ میں جب بھی کسی موضوع پر حضرتؒ کے بارے میں لکھتا ہوں تو تھوڑی دور چلنے کے بعد میں ورطۂ حیرت میں ڈوب جاتا ہوں اس لیے کہ جس لائن میں اور جس طریق میں بھی حضرتؒ کو دیکھا جائے، اپنے وقت کے امام ہیں۔ اور پھر صرف ایک ہی شعبے میں نہیں دین کے ہر شعبے میں، چاہے وہ مذہبی ہو، علمی ہو، روحانی ہو، سیاسی ہو، معاشرتی ہو، اخلاقی ہو۔ زندگی کی کوئی قدرِ کامل ایسی نہیں ہے کہ جو حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی میں اعلیٰ ترین درجے کی صورت میں سامنے نہ آتی ہو۔ اس لیے جتنا اس سوانح کا کام میں آگے بڑھا رہا ہوں اتنا کام پھیلتا چلا جا رہا ہے۔

حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت ہمہ پہلو ہے۔ تمام پہلوؤں کو زندگی کے محیط ہے۔ اور جس لائن میں اور جس دائرے میں بھی آگے بڑھا جائے اور دیکھا جائے وہاں حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کے انوار و کیفیات جگمگا رہی ہیں۔ حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد بھی بہت سے اہل اللہ کی خدمت میں جانے اور ان کی صحبت میں بیٹھنے کا اللہ نے مجھے موقعہ عطا فرمایا لیکن میں اس نتیجے پر پہنچا کہ

آفاقہا گردیدہ ام مہرِ بتاں ورزیدہ ام
بسیار خوباں دیدہ ام اما تو چیزے دیگری

بہت سی جگہ میں پھرا ہوں اور بہت سے اللہ کے نیک بندوں کی محبت کو میں نے پایا ہے لیکن آپؒ کا مقام الگ ہی ہے۔ بہت سے نیک لوگ دنیا میں رہتے ہیں، انہی کے دم قدم سے دنیا آباد ہے لیکن جو چیز حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کی جامع الصفات شخصیت میں تھی وہ کہیں نہیں مل سکتی۔ وہ ایک عظیم اللہ کی دلیل اور حجت تھے جو اس صدی میں اللہ تعالیٰ نے ہم مسلمانان پاکستان کے پاس بھیج کر اور برصغیر کے مسلمانوں میں پیدا فرما کر پوری دنیا کے لیے ہدایت و رحمت کا ایک بہت بڑا مینار، ہدایت و رحمت کا ایک بہت بڑا ذریعہ بنا ڈالا۔ اللہ اُن کی قبرِ مبارک پر کروڑوں اربوں بلکہ اَن گنت رحمتیں نازل فرمائے اور اللہ اُن کے فیوض و برکات سے ہم

سب کو مستفیض فرما دے۔ ایسے بزرگ بہت کم ہوا کرتے ہیں جو اپنے زمانے کے اندر معاصرین اولیاء کرام میں یکساں مقبول ہوں۔ یہ خصوصیت حضرت شیخ لاہوری رحمۃ اللہ علیہ ہی کو نصیب ہے۔ اپنے زمانے کا کوئی ولی، کوئی صاحب باطن، کوئی صاحب کشف اور کوئی عالم حقانی ایسا نہ تھا جو شیخ لاہوریؒ کی عظمت اور اُن کے علو کا قائل نہ ہو۔ تمام کے تمام حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کی روحانیت کے اور اُن کے روحانی علم و فضل کے، اُن کے اخلاق اور ان کی کیفیات کے قائل تھے۔ چنانچہ حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کے ترجمۃ القرآن پر اکابر نے جو تقاریظ لکھی ہیں اُن میں انہوں نے حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کو بار بار خراجِ تحسین پیش کیا ہے۔

حضرتؒ کی زندگی کا خلاصہ

حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی کا اگر خلاصہ نکالا جائے تو دو چیزیں اس کا خلاصہ نکلتی ہیں۔ ایک تو ساری زندگی انہوں نے قرآن کریم کی اشاعت کی، دوسرا اللہ کے ذکر کو خود کیا، اور دنیا کو ذکر کرنے والا بنایا۔ یہ دو چیزیں ایسی ہیں جو حضرتؒ کی زندگی کے ہر لمحے میں، ہر منٹ میں اور ہر شب و روز میں جگمگاتی نظر آتی ہیں۔ قرآن کریم کی خدمت اور اشاعت اور اللہ کے ذکر کو خود کرنا اور پوری دنیا کو اس ذکر کے غلغلوں اور زمزموں کو عام کرنے اور ذکر کی کیفیات کو آگے بڑھانے کا کارنامہ، یہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی وہ کیفیت ہے جو اپنے زمانے میں باید و شاید۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کے فضل و کرم سے حضرت شیخ لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کے انوار و کیفیات آج بھی باقی ہیں اور بعض اہلِ کشف اس پر آج بھی متفق ہیں کہ حضرت شیخ لاہوریؒ کی نسبتیں قائم ہیں اور اُن کے مزار مبارک سے انوار کی کیفیتیں نکلتی ہیں اور آج بھی لوگ اُن کے عقیدت مند ہیں اور اللہ کا ذکر باقاعدگی سے کرتے ہیں اور اُن کے قلوب کی کھیتیوں کو سرسبز و شاداب کر رہے ہیں۔ حضرت شیخ لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کے وہ انوار اور وہ کیفیات آج بھی قائم و دائم ہیں۔ اللہ قیامت تک کے لیے ان کو قائم و دائم رکھے اور آنے والی نسلوں کو ان سے مستفید فرمائے۔ آمین۔

میں چونکہ اس وقت فیصل آباد جا رہا ہوں، راستے میں جناب محترم اپنے بزرگ عثمان غنی صاحب سے ملنے کے لیے ٹھہرا۔ انہوں نے حکم دیا کہ تھوڑی سی مجلس ذکر اور حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں چند باتیں کرو۔ سو جو بن پڑا عرض کر دیا۔ چونکہ میں پا بہ رکاب ہوں پھر موقعہ ملا تو تفصیل سے عرض کروں گا۔

دعا

اللہ تبارک و تعالیٰ مجھے آپ کو اور باقی مسلمانوں کو نبی کریم رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے خلفاء صحابہ کرامؓ اور صحابہ کرامؓ کے پیچھے تمام آج تک کے لیے جتنے اولیاء کرام گذرے، اُن کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہم سب کا خاتمہ ایمانِ کامل پر فرمائے۔ ہماری قبروں کو جنت کے باغوں میں سے باغ بنائے اور قیامت کے دن نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شفاعت نصیب فرمائے، دین و دنیا کی ساری کامیابیاں، برکتیں اور خوشیاں ہمارا مقدر فرمائے۔ ہر قسم کی آفتوں، مصیبتوں اور پریشانیوں سے ہم سب کو نجات عطا فرمائے اور ہمیں اللہ اپنی رضا کا تمغہ نصیب فرمائے۔ آمین

سیّدہ کائنات، مادرِ اُمّت کی تعلیم و تربیّت کا حسین تذکرہ

(سیّد ودود الحق ندوی)

حضرت ابوبکر صدیق رضؓ تربیّت اولاد کے معاملہ میں کافی شدید تھے، ذراسی رورعایت نہیں فرماتے تھے، اپنے صاحبزادے عبدالرحمٰن رضؓ کو ایک روز اس لئے مارنے پر تیار ہو گئے کہ انہوں نے مہمان کو جلد کھانا کیوں نہیں کھلایا، (صحیح بُخاری)

اسی طرح ایک مرتبہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ بڑھ بڑھ کر بات کر رہی تھیں، اتفاقاً حضرت ابوبکر رضؓ آئے، انہوں نے جو یہ گستاخی دیکھی تو اس قدر خفا ہوئے کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس موقعہ پر آڑے نہ آجاتے تو بیٹی کو مارے بغیر نہ چھوڑتے،

(ابوداؤد کتاب الادب)

اسی بنا پر حضرت عائشہ رضؓ شادی کے بعد بھی اپنے والد مکرم سے اپنی لغزشوں پر ڈرا کرتی تھیں، آپ کی والدہ محترمہ بھی تربیت کے معاملے میں بہت سخت تھیں بچپن میں جب آپ کبھی کوئی بات ماں کی مرضی کے خلاف کرتیں تو ماں سزا دیتیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کی والدہ ام رومان سے تاکید فرما دی تھی کہ ذرا میری خاطر عائشہؓ کو ستانا نہیں۔

ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر رضؓ کے گھر تشریف لائے تو دیکھا کہ حضرت عائشہؓ دروازے سے لگ کر رو رہی ہیں، آپؐ نے ام رومان سے فرمایا کہ تم نے میری بات کا لحاظ نہیں کیا، انہوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ یہ میری بات باپ سے جا کر لگاتی ہیں، آپؐ نے فرمایا کہ کچھ بھی کرے مگر تم اس کو ستاؤ نہیں (مستدرک حاکم)

علم انساب و شعر

حضرت ابوبکر صدیق رضؓ قریش میں علم انساب و شعر کے ماہرین میں شمار کئے جاتے تھے، اور چونکہ حضرت عائشہؓ اسی باپ کی گود میں پلی تھیں اس لئے آپ کو بھی یہ دونوں چیزیں ترکہ میں ملی تھیں یعنی آپ کو علم انساب میں اچھی نظر حاصل تھی اور شاعری کا ذوق بھی آپ کو اچھا خاصا تھا۔ (مستدرک حاکم)

علاوہ ازیں حضرت عائشہ رضؓ نے اپنی رخصتی کے بعد اس گھر میں قدم رکھا تھا جس سے بڑھ کر تعلیم و تربیت کا کوئی اور گہوارہ اس آسمان نے کبھی نہیں دیکھا اس لئے یہاں آکر اس کنفدن میں اور چمک پیدا ہو گئی اور اس کاشانہ میں پہنچ کر آپ ساری دنیا کے لئے عموماً اور دنیا کی نصف آبادی یعنی صنف نازک کے لئے خصوصاً شمع راہ بن گئیں۔

علم دین پر عبور

آپ نے اسی زمانہ میں قرآن مجید پڑھنا سیکھا، قرآن پاک دیکھ کر تلاوت فرماتی تھیں، اور اسی نورخانے میں آپ نے کلام الٰہی کی معرفت، ارشاداتِ رسالت کا علم رموز اسرارِ دین کی عظیم الشان واقفیت حاصل کی،

دیگر علوم میں مہارت

علوم دینیہ کے علاوہ تاریخ ادب، اور طب کے عُلوم میں بھی آپ کو کافی مہارت حاصل تھی، غرض پروردگار عالم نے آپ کی ذات اقدس میں علم انساب شعر و شاعری، علوم دینیہ، ادب و تاریخ اور طب جیسے عُلوم جمع فرما دیئے تھے اس لئے آپ کی ہمسری کی مثال ایک بڑی بات ہے،

حضرت عائشہؓ اپنے والدین کے گھر سے رخصت ہو کر جب یہاں آئیں تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیر تربیت رہیں

یہاں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ کی ایک ایک ادا اور ایک ایک حرکت کی نگرانی فرمائی، اور جہاں ذرا سی بھی لغزش ہوئی حضورؐ نے فوراً اصلاح فرمائی۔ ایسی صورت میں جب کہ خود بہ نفس نفیس رحمۃ اللعالمین کی نظر رحمت وکرم نواز رہی ہو حضرت عائشہؓ کے کمالات کا اندازہ لگانا آسان کام نہیں"

تمام علماء اسلام کا اتفاق ہے کہ اسلام میں حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضؓ حضرت فاطمہ رضؓ اور حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ عورتوں میں سب سے افضل ہیں، اسی سلسلہ میں بعض علماء نے صراحت کی ہے کہ اگر فضیلت سے آخرت کا درجہ مقصود ہے تو اس کا حال اللہ کو معلوم ہے لیکن دنیاوی حیثیت سے حقیقت یہ ہے کہ ان کے فضائل مختلف حیثیت رکھتے ہیں اگر نسب کی شرافت کا لحاظ کیا جائے تو بلا شبہ حضرت فاطمۃ الزہرا رضؓ سب سے زیادہ افضل ہیں، اگر اسلام میں سابقیت اسلام کی ابتدائی مصیبتوں کا مقابلہ حضورؐ کی حمایت و تسکین اور آپؐ کی اعانت پیش نظر ہو تو اس باب میں حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضؓ کی بزرگی سب پر مقدم ہے اور کوئی ان کا اس بارے میں حریف نہ مل سکے گا" اور اگر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعلیمات اور آپ کے ارشادات کی نشر و اشاعت اور اس کی تبلیغ کا پہلو سامنے ہے تو اس میدان میں امت کی ساری عورتوں میں حضرت عائشہ رضؓ کا کوئی مد مقابل نہیں اور اس بزم نور میں ان ہی کا سر مبارک سب سے اونچا نظر آتا ہے قرآن کریم کا ایک بڑا حصہ اس وقت نازل ہوا جب کہ حضرت عائشہ کاشانۂ نبوت میں حرم نبوی کی حیثیت سے داخل ہو چکی تھیں، آپ کو کم و بیش دس سال حضورؐ کے ساتھ رہنے کا شرف حاصل رہا۔ خود صاحب قرآن سے قرآن سنتیں جس آیت کا مطلب سمجھ میں نہ آتا حضورؐ سے اس کا مفہوم سمجھ لیتیں

قرآن کریم کی آیات کی تفاسیر کا ایک بڑا حصہ آج بھی اوراق احادیث میں محفوظ ہے جس میں آپ نے وہ اسرار و حکم بیان فرمائے ہیں کہ ایمان تازہ ہو جاتا ہے اور شکوک و شبہات کی تمام گرہیں اس طرح کھل جاتی ہیں کہ منہ سے بے ساختہ سبحان اللہ نکل جاتا ہے اور جن جواہر پاروں سے امت کے مفسرین نے جی بھر کر دامن بھرا ہے وہ حضرت عائشہ رضؓ کے خزانہ علم کے گہر آبدار ہیں"

وہ صحابہ جنہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کثرت سے بیان کئے ہیں اور جن کی روایتوں کی تعداد ہزاروں تک پہنچی ہے، وہ سات ہیں، ان میں سے اول نمبر حضرت ابو ہریرہ رضؓ کا ہے جن کی روایتیں ۵۳۶۴ شمار کی گئی ہیں، اس سلسلہ میں حضرت عائشہ کا چھٹا نمبر ہے جن کی روایتیں ۲۲۱۰ ہیں، علم دین کے معاملہ میں وہ کس قدر اونچا مقام رکھتی ہیں؟ اس کا اندازہ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضؓ کی اس روایت سے کیا جا سکتا ہے وہ کہتے ہیں:-

ما اشکل علینا اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم حدیث قط فسألنا عائشۃ الا وجدنا عندها منه علمًا"

ہم اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی ایسی مشکل کبھی پیش نہیں آئی جس کو ہم نے حضرت عائشہ سے پوچھا ہو اور ان کے پاس اس بارے میں کچھ معلومات ہم کو نہ ملی ہوں

امام زہری فرماتے ہیں:-

کانت عائشۃ اعلم الناس یسئلها الاکابر من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

(طبقات ابن سعد بحوالہ سیرت عائشہ رضؓ)

عائشہ رضؓ تمام لوگوں میں سب سے زیادہ عالم تھیں بڑے بڑے صحابہ ان سے پوچھا کرتے تھے

وہ یہ بھی فرماتے ہیں:-

لو جمع علم الناس کلهم و علم ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم فکانت عائشۃ رضؓ اوسعهم علمًا

اگر تمام مردوں اور امہات المؤمنین کا علم ایک جگہ جمع کیا جائے تو حضرت عائشہ رضؓ کا علم ان سب سے بڑھا ہوا ہوگا"

(مستدرک بحوالہ سیرت عائشہ)

حضرت مسروق تابعیؒ قسم کھا کر کہتے ہیں

لقد رأیت مشیخۃ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یسئلونها عن الفرائض۔

میں نے بڑے بڑے صحابہ کو ان سے فرائض کے مسائل دریافت کرتے ہوئے دیکھا ہے

(زرقانی بحوالہ سیرت عائشہ)

اسی طرح فقہ و قیاس میں بھی آپ کا درجہ بہت اونچا ہے انہوں نے اپنے ہمعصروں

سے بہت سے مسائل میں اختلاف کیا ہے اور فتویٰ انہی کے قول پر ہے اور فقہاء حجاز کا انہیں پر عمل ہے یہ مسائل کتب احادیث میں جابجا ملتے ہیں۔ مثلاً،،

۱:۔ حضرت ابوہریرہ رضؓ فرماتے ہیں کہ جنازہ اٹھانے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے، حضرت عائشہ رضؓ فرماتی ہیں کہ وضو نہیں ٹوٹتا اور فتویٰ حضرت عائشہ کے قول پر ہے

۲:۔ حضرت ابوہریرہ فرماتے ہیں کہ مردے کو غسل دینے سے غسل واجب ہو جاتا ہے حضرت عائشہ رضؓ فرماتی ہیں کہ غسل واجب نہیں ہوتا،

۳:۔ حضرت ابوہریرہ رضؓ فرماتے ہیں کہ نماز میں اگر عورت سامنے آجائے تو نماز باطل ہو جاتی ہے حضرت عائشہ اس کی مخالفت کرتی ہیں۔

۴:۔ حضرت ابن عمر رضؓ فرماتے ہیں کہ عورت کو غسل میں بال کھولنا ضروری ہیں، حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ اس کی ضرورت نہیں وغیرہ، وغیرہ، (سیرت عائشہ)

اسی طرح علم کلام اور علم عقائد میں بھی آپ ممتاز حیثیت کی مالک ہیں، دین کے اسرار و حکم بیان کرنے میں آپ کو خاص ملکہ تھا، اسی طرح طب و تاریخ، ادب و خطابت، اور شاعری میں بھی خاص دخل تھا،

آپ کے شاگردوں کی تعداد سینکڑوں سے متجاوز ہے، جن سے بڑے بڑے آئمہ اور محدثین فیضیاب ہوئے ہیں ان شاگردوں میں مرد و عورت، صحابی، تابعی، غلام و آزاد، عزیز و بیگانہ ہر صنف کے اشخاص داخل ہیں۔

حضرت عروہ بن زبیر رضؓ فرماتے ہیں کہ:۔

ما رأیت احداً اعلم بالقرآن ولا بفریضۃ ولا بحلال و لا بحرام ولا بفقہ ولا بشعر و لا بطب ولا بحدیث العرب ولا بنسب من عائشۃ

قرآن، فرائض، حلال و حرام، فقہ شاعری طب، عرب کی تاریخ، اور نسب کا عالم حضرت عائشہ سے بڑھ کر کسی کو میں نے نہیں دیکھا،

اسی طرح حضرت عائشہ رضؓ کی فصاحت و بلاغت کے بارے میں حضرت موسیٰ بن طلحہ رضؓ فرماتے ہیں،

ما رأیت افصح من عائشۃ

میں نے حضرت عائشہ رضؓ سے زیادہ کسی کو فصیح اللسان نہیں دیکھا،،

یہی وجہ تھی کہ حضرت امیر معاویہ رضؓ دمشق میں حکومت کرتے تھے لیکن اگر ضرورت پیش آتی تو قاصد شام سے چل کر باب عائشہ کے سامنے کھڑے ہو کر سلطان وقت کے لئے مسائل دریافت کرتا اور آپ مسائل کا جواب دیتیں کتب احادیث وغیرہ میں آپ کے بہت سے فتویٰ بھی درج ہیں جن کو خوف طوالت سے یہاں درج نہیں کیا جاتا

تعلیم و تربیت کے چند نمونے

اس موقعہ پر حضرت عائشہ رضؓ کی تعلیم و تربیت کے چند واقعات بطور نمونہ پیش کئے جا رہے ہیں، جن سے اندازہ ہوگا کہ حضور علیہ السلام نے حضرت عائشہ صدیقہ کی ایک ایک حرکت و سکون کی کس طرح نگرانی فرمائی اور اس جوہر قابل کو کس طرح چمکایا جس کی مقدس اور نورانی شعاعوں سے حرم خانہ ایمان کی ہر چیز منور ہو گئی،

مسکینوں سے محبت

ایک مرتبہ حضور علیہ السلام نے یہ دعا مانگی کہ:۔

اللھم احینی مسکینا وامتنی مسکینا واحشرنی فی زمرۃ المساکین

اے اللہ مجھے مسکین زندہ رکھ اور حالت مسکینی میں مجھے موت عطا فرما اور قیامت میں مجھے مسکینوں ہی کے ساتھ اُٹھا،،

حضرت عائشہ رضؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلعم یہ دعا آپ کیوں مانگتے ہیں؟ فرمایا مسکین اور غریب دولت مندوں سے چالیس سال پہلے جنت میں داخل ہونگے، اے عائشہ رضؓ کسی مسکین کو خالی ہاتھ واپس نہ کرنا چاہیئے خواہ چھوہارے کا ایک ٹکڑا ہی کیوں نہ ہو عائشہ مسکینوں سے محبت رکھو اور ان کو اپنے پاس جگہ دیا کرو،

گن گن کر نہ دیا کرو

ایک بار کسی سائل نے دروازے پر آکر سوال کیا، حضرت عائشہ رضؓ نے لونڈی کو اشارہ کیا، لونڈی ذرا سی چیز دینے چلی،، آپؐ نے فرمایا عائشہ گن گن کر نہ دیا کرو ورنہ اللہ تعالیٰ تم کو بھی گن گن کر دیگا،،

(ابوداؤد کتاب الادب)

غیبت سے بچو

ایک دفعہ حضرت عائشہ کسی عورت کا حال بیان کر رہی تھیں، بات کرتے کرتے آپ نے حضورؐ سے کہا کہ "وہ پستہ قد ہے،، یعنی

موہ شگونی ناٹی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فوراً ٹوک کر فرمایا، عائشہ یہ بھی غیبت ہے۔ (مسند عائشہ)

معمولی گناہوں سے بھی بچو

حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے ایک مرتبہ حضرت عائشہ کو مخاطب ہو کر فرمایا،

یا عائشۃ ایاکِ ومحقرات الذنوب

اے عائشہ! معمولی گناہوں سے بچا کرو! اللہ کے یہاں ان کی بھی بازپرس ہوگی

(مسند عائشہ)

بددعا نہ کرو

ایک بار کسی نے حضرت عائشہ کی کوئی چیز چرالی آپ نے اس کو بددعا دی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عائشہ بددعا دیکر اپنا ثواب اور اس کا گناہ کم نہ کرو

(مسند عائشہ)

جانور کو بھی گالی نہ دیا کرو!

ایک مرتبہ ایک اونٹ پر سفر میں حضرت عائشہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ سوار تھیں، اونٹ کچھ تیزی کرنے لگا، عام عورتوں کی طرح حضرت عائشہ کی زبان سے لعنت کا کلمہ نکل گیا، حضور نے حکم دیا کہ اونٹ کو واپس کرو، ملعون (جس پر لعنت کی گئی ہو) چیز ہمارے ساتھ نہیں رہ سکتی!

نرمی کرو

ایک دفعہ حضور کی خدمت میں چند یہودی آئے اور آپ کو سلام کیا، لیکن کلماتِ سلام میں بجائے السلام علیک کے (یعنی تم پر سلامتی ہو) ذرا زبان دبا کر السّام علیک (یعنی تم کو موت آئے) کہا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے جواب میں صرف وعلیکم (اور تم پر) فرمایا، یہ سب کچھ حضرت عائشہ سُن رہی تھیں آپ سے ضبط نہ ہو سکا بولیں علیکم السامۃ واللعنۃ (تم پر موت اور لعنت ہو) حضور نے فرمایا عائشہ رض نرمی اختیار کرو، اللہ تبارک وتعالیٰ ہر بات میں نرمی پسند فرماتا ہے

(صحیح بخاری)

اعتکاف میں غُسل

سوال:- کیا فرماتے ہیں مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ اعتکافِ مسنونہ (اخیر عشرہ رمضان) کا معتکف، بڑھاپا، شدتِ گرمی، پہلے سے نیت کر کے مسجد کے غسل خانہ یا باہر جا کر تازگی کا غسل کر سکتا ہے یا کہ نہیں۔؟

احقر محمد صدیق مکان نمبر ۳۴ مومن سٹریٹ، جلال دین روڈ، مزنگ لاہور

الجواب (۱) :- از فقیہ امت حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب دہلوی رح

معتکف کو محض تبرید اور دفع گرمی کے واسطے غسل خانہ مسجد میں جو خارج مسجد ہوتا ہے، جانا درست نہیں، اگر جائیگا تو اس کا اعتکاف جاتا رہیگا۔

نعم ان امکنہ الاغتسال فی المسجد من غیر ان یتلوث المسجد فلا باس والا فیخرج فیغتسل ویعود الی المسجد، عالمگیری ص ۲۶ ج ۲ جدید ص ۲۱۳

اور یہ حکم واجب کا ہے کہ اس کے لئے بھی نکلنا اس شرط سے جائز ہے کہ مسجد میں کوئی برتن وغیرہ رکھ کر اس میں غسل نہ کر سکے اور اگر کوئی ٹب یا لگن ایسی میسر ہو کہ اس میں غسل کرنے سے مسجد ملوث نہ ہوتی ہو تو غسل واجب بھی مسجد میں ہی کرنا ضروری ہے

" کفایت المفتی۔ جلد چہارم ص ۲۳۱ دہلی "

الجواب (۲) " صرف غسل فرض کے لئے باہر جا سکتا ہے وہ بھی قریب ترین جگہ میں اور سنت نفل اور ٹھنڈک کے غسل کے لئے مسجد سے باہر قدم رکھتے ہی اعتکاف ٹوٹ جائیگا ایک دن کی مع روزہ کے قضا لازم آئیگی "۔ —— جمیل احمد تھانوی

۱۹ر شعبان ۱۳۸۴ھ "

الجواب (نمبر ۳) معتکف کو بلاضرورت شرعی یا طبعی مسجد سے باہر جانے کی اجازت نہیں، محض تازگی، یا خوشگواری حاصل کرنے کے لئے غسل کرنے سے اور مسجد سے باہر چلے جانے سے اعتکاف ناقص ہو جائیگا اگر شخص مذکور اعتکاف کے تقاضے پورے نہیں کر سکتا تو اسکو اعتکاف میں بیٹھنے کی ضرورت نہیں، ایسی شخص کو اعتکاف کرنا چاہئے جو اعتکاف کی پوری پابندی کر سکے

واللہ اعلم بالصواب

محمد حسین نعیمی ناظم الجامعہ نعیمیہ لاہور

رمضان المبارک کے بعد

۲۱ راگست

کو انشاء اللہ مجلس ذکر اور آیت کریمہ ہوگی!

غزوۂ بدر سے فتح مکہ تک

محمد سعید الرحمٰن علوی

حضور نبی مکرم رحمت دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی حیات مبارک کے وہ چالیس برس جن میں اعلان نبوت نہیں ہوا تھا، ان میں آپ مکہ اور نواح کی پوری آبادی کے نور نظر تھے، ہر شخص آپ کا احترام کرتا۔ آپ کو الصادق، الامین، کہہ کر پکارتا، لیکن جوں ہی آپ نے اللہ کی طرف سے عائد کردہ ذمہ داریوں سے خلقِ خدا کو آگاہ کیا تو پورا مکہ بلبلا اٹھا، ہر آدمی آپ کی جان کا دشمن ہو گیا، آپ کی دعوت محض یہی کچھ تھی کہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ ط۔ لیکن اس دعوت کو سننے کے لئے کوئی بھی تیار نہ تھا، لوگ باگ جو ایک عرصے سینکڑوں معبودوں کو پوجتے تھے اور انہیں اپنا فریادرس سمجھتے تھے ان کیلئے یہ بات حیرت واستعجاب کا باعث تھی کہ معبود محض ایک ہے ' سورۃ "ص" میں ہے :۔

"اور انھوں نے تعجب کیا کہ ان کے پاس انہیں سے ڈرانے والا آیا، کیا اس نے کئی معبودوں کو صرف ایک معبود بنا دیا بے شک یہ بڑی عجیب بات ہے"

ترجمہ حضرت لاہوری قدس سرہ

آیت نمبر ۴ ۔ ۵

راس قوم کے سردار اور وڈیرے یہ پکار اُٹھے، چلو اور اپنے معبودوں پر جمے رہو" (آیت نمبر ۶)

ان کے لئے یہ بات یاں اس لئے باعث تعجب تھی کہ ان کے کان اس سے نا آشنا تھے چنانچہ قرآن عزیز نے ان کا قول نقل کیا ہے کہ :۔ "ہم نے یہ بات اپنے پچھلے دین میں نہیں سنی" (آیت نمبر ۷)، اور ساتھ ہی حضور اقدس خاتم المعصومین صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اطہر پر الزام لگا دیا کہ "یہ تو ایک بنائی ہوئی بات ہے"

لیکن آپ کے لئے یہ باتیں کوئی وزن نہیں رکھتی تھیں، آپ اپنا کام کئے جا رہے تھے، اور سعید الفطرت حضرات دھیرے دھیرے آپ کی ذات گرامی سے وابستہ ہو کر اس جادۂ حق پر چل نکلنے کا عزم کر چکے تھے، علاوہ ان سعادت مند غلاموں کے جو کائناتِ ارضی کے امام بننے والے تھے بعض بڑی ہی نامی گرامی ہستیاں اس سراپا رحمت کو اپنا مقتدا، تسلیم کر چکی تھیں جیسے حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہما بڑی اہم حیثیت کی مالک تھیں

یہ صورت حال دشمنانِ دین پیغمبر اسلام کے لئے کسی طرح گوارا نہ تھی، انھوں نے ترغیب وترہیب کے مختلف ہتھکنڈوں سے آپ کو رام اور خوفزدہ کرنا چاہا، لیکن جو دنیا کو یہ بتانے آیا تھا کہ موت وحیات، عزت وذلت، اور کامیابی وناکامی پر کسی کا اجارہ نہیں اور نہ ہی یہ چیزیں کسی کے اختیار میں ہیں۔ وہ کسی سے ڈرتا تو کیوں اور کسی کے دام ہمرنگ میں پھنستا تو کیوں؟ مشہور روایات کے مطابق جب اس سراپا قدس کو انواع واقسام کے لالچ دیئے گئے تو اس نے کہا کہ میاں کیا زمینی نعمتوں کی بات کرتے ہو اگر تمہارے بس میں ہو سورج اور چاند لا کر میری ہتھیلیوں پر رکھ دو۔ دیکھنا اپنی دعوت کو میں پھر بھی نہیں چھوڑونگا۔ اس کے بعد ستم کے جو پہاڑ توڑے گئے وہ بڑے ہی لرزہ خیز تھے،

حضور ختمی مرتبت نے اس کارگاہ حیات میں تکالیف ومصائب کی درجہ بندی کرتے ہوئے فرمایا کہ :۔ اس دنیا میں سب سے زیادہ مصائب سے ان حضرات کو دوچار ہونا پڑا جو منصب نبوت سے سرفراز کئے گئے پھر ایمان ویقین کے اعتبار سے جو جتنا بڑا تھا مصائب اسی تناسب سے اس کا مقدر بنیں"

اور خود اپنی ذات پاک کے متعلق فرمایا کہ :۔ مجھے دنیا میں اتنا ستایا گیا جس کی مثال

نہیں ملتی۔
مصائب و آلام کی یہ گرم بازاری محض آپ تک محدود نہ تھی، بلکہ آپ کے رفقاء جو تعداد میں کم تھے ان کا بھی یہی حال تھا، لیکن لطف یہ ہے کہ وہ جس کے بندے تھے اس کا حکم تھا کہ صبر وثبات سے کام لو، مقاومت بالصبر کا مظاہرہ کرو، مقابلہ وجواب کی مت سوچو بلکہ یہ دور تمہاری تربیت کا ہے اس میں تم "اپنے ہاتھ روکے رکھو اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دو"

نماز وزکوٰۃ کو جس اہمیت سے بیان کیا گیا ہے اس کی وجہ یہ تھی کہ نماز زخمی دلوں کے لئے مرہم شفا تھی، تعلق مع اللہ کا بہترین ذریعہ تھی، اور زکوٰۃ سے مال کی محبت کی جڑ کٹتی تھی اور جب غم روزگار کی حد ہوگئی تو واقعہ معراج پیش آیا، خالق کائنات نے بندہ پروری کی حد کردی، اور اپنے کامل ومکمل بندے کو اس عزت وعظمت سے نوازا کہ جس کی مثال اگلے پچھلوں میں ڈھونڈھے سے نہیں ملتی — اس کے جلد ہی بعد واقعہ ہجرت پیش آیا، یہ گویا اس بات کا اعلان تھا کہ مظلوم اور ستم رسیدہ مسلمانوں کے دن پھرنے والے ہیں اور کفر کی طاقت خاک میں ملنے والی ہے یہ واقعہ ہجرت بظاہر مظلومیت کی انتہا تھی، لیکن اسی خاک سے وہ چنگاری اٹھی کہ شعلہ جوالہ بننے والی تھی جو کفر کے گھروندوں کو جلا کر رکھ دے گی، حضور علیہ السلام ایک زعیم مدبر اور قائد مکرم کی حیثیت سے مدینہ پہنچ کر وہاں کی مختلف اقوام کو ایک دفاعی معاہدہ کی لڑی میں پرو دیا،

تاریخ کے ایک طالب علم کے لئے یہ سوال بڑا ہی حیرت ناک ہے کہ اس دفاعی معاہدہ کی کیا ضرورت تھی لیکن نبوت کی نگاہِ عمیق آنے والے خطرات کو بھانپ رہی تھیں اس لئے اس نے وہ کیا جس کی پشت پر "وحی" کی طاقت تھی حضور علیہ السلام اپنے رفقاء سمیت مکہ معظمہ سے منتقل ہوگئے تو دنیائے کفر چیں بجبیں ہوکر رہ گئی، انہوں نے ادھر ادھر ہاتھ پاؤں مارے، مختلف اقوام وملل سے تعلق جوڑنا چاہا اور اجتماعی طور پر مسلمانوں کے خلاف زور آزمائی کے منصوبے ہونے لگے، یہ ماحول تھا جب "ہاتھ روکے رکھو" کا حکم دینے والے نے "قتال" کا حکم دے دیا،

"جن سے کافر لڑتے ہیں انہیں بھی لڑنے کی اجازت دی گئی ہے اس لئے کہ ان پر ظلم کیا گیا اور بے شک اللہ ان کی مدد کرنے پر قادر ہے، وہ لوگ جنہیں ناحق ان کے گھروں سے نکال دیا گیا ہے صرف اس کہنے پر کہ ہمارا رب اللہ ہے"

الحج، ۳۹، ۴۰، ترجمہ حضرت لاہوری،

اور ساتھ ہی اللہ تعالیٰ نے یہ بھی واضح فرما دیا کہ قتال کی یہ اجازت نہ صرف مسلمانوں کے لئے سود مند ہے بلکہ اس میں ہر کسی کا بھلا ہے، ورنہ جس کی لاٹھی اس کی بھینس کا ظالمانہ قانون دنیا میں لاگو ہوکر رہ جاتا اور کوئی بڑی مچھلی چھوٹی مچھلی کو نہ چھوڑتی — ارشاد ہے "اور اگر اللہ لوگوں کو ایک دوسرے سے نہ ہٹاتا تو تکیے اور گرجے اور عبادت خانے اور مسجدیں ڈھا دی جاتیں جن میں اللہ کا نام کثرت سے لیا جاتا ہے"

(الحج ۴۰)

اجازت ہوئی تو حضور علیہ السلام نے چھوٹی چھوٹی مہموں کو روانہ کرنا شروع کر دیا اس نوع کی مہمیں سیرت نبوی کی اصطلاح خصوصی میں "سریہ" کے نام سے یاد کی جاتی ہیں لیکن کفر کی آبادی کے ہاتھ بڑھتے جا رہے تھے تا آنکہ مکہ میں مشورت ہوئی اور ایک ایسا تجارتی قافلہ ترتیب دیا گیا جس میں مکہ کے بسنے والے ہر فرد نے اپنی اپنی ہمت سے سرمایہ لگایا اس اجتماعی سرمایہ کاری کا مقصد یہ تھا کہ اس سے جو منافع ہو وہ مسلمانوں کی بیخ کنی پر صرف کیا جائے اس قافلہ کی خبر حضور علیہ السلام کو ہوئی تو آپ نے اس کی راہ روکنے کا پروگرام بنایا اور یہی بات غزوہ بدر کا سبب وباعث بنی قرآن کریم نے سورۃ انفال میں بڑی تفصیل کے ساتھ اس غزوہ کے حالات ذکر فرمائے ہیں، ابتدا میں جو مسلمان تیار ہوئے تو وہ محض اس تجارتی قافلہ کے تعاقب کے لئے، اس عنوان پر دشمنانِ دین نے بہت لے دے کی، اور انہوں نے اسلام کے روئے روشن کو داغدار کرنا چاہا، ان کے نزدیک یہ بات کسی طرح درست نہ تھی کہ تجارتی قافلہ کا تعاقب کیا جائے، لیکن سوال یہ ہے کہ تعاقب کیوں نہ کیا جاتا؟ مسلمانوں نے مکہ میں ۱۳ سال جس کسمپرسی کے عالم میں گذارے اس سے ایک دنیا آگاہ ہے، پھر انہوں نے ہجرت کرلی، اپنا گھر، اثاث البیت، مال، مویشی، سب کچھ چھوڑ دیئے لیکن کفر اب بھی باز نہیں

آتا، اس کے نام لیوا اجتماعی سرمایہ کاری محض اس لئے کرتے ہیں کہ اس کا نفع مسلمانوں کے استیصال پر خرچ ہو، اس سے ان کا مقصد یہ نہیں ہو سکتا کہ مکہ میں کوئی سرائے یتیم خانہ اور اس نوع کی دوسری کوئی عمارت بنا لی جائے، ان کا مقصد محض مسلمانوں کا قلع قمع ہے، جب مسلمانوں کو اس کی صحیح صحیح خبر مل گئی تو اگر وہ اس کا بروقت نوٹس نہ لیتے تو انہیں کون عقلمند کہتا، یہ کہاں کی زیرکی ہے کہ دشمن کو اس وقت تک کام کرنے دو جب تک وہ پوری تیاری کر لے، اور جب پوری طرح تیار ہو کر سامنے آجائے تو پھر مقابلہ کرو؟ یہ بات کسی بھی طرح عقل و خرد کا ساتھ نہیں دیتی، تجارتی قافلہ کے تعاقب کا اعتراض انتہائی بودہ اور گھٹیا ہے مسئلہ تجارتی قافلہ کا نہیں اس کے پس پردہ مقاصد کا ہے بہرحال یہ ابتدائی روانگی اس قافلہ کے تعاقب کے لئے تھی لیکن اللہ کو کچھ اور منظور تھا، ابو جہل کا وہ لاؤ لشکر جو اس تجارتی قافلہ پر حملہ و تعاقب کے انتقام کے لئے نکلا تھا، قدرت نے بے یار و مددگار اور وسائل سے تہی دامن مسلمانوں کو اس سے ٹکرا دیا، قرآن کا ارشاد ہے "

اور جس وقت دو جماعتوں میں سے (تجارتی جماعت اور جنگی جماعت) ایک کا اللہ نے تم سے وعدہ کر رکھا تھا کہ وہ تمہارے ہاتھ لگے گی اور تم چاہتے تھے کہ جس میں کانٹا نہ ہو (تجارتی) وہ تمہیں ملے، اور اللہ چاہتا تھا کہ اپنے حکم سے حق کو ثابت کرے اور کافروں کی جڑ کاٹ دے، تاکہ حق کو ثابت کر دے اور باطل کو مٹا دے، اگرچہ گناہگار ناراض ہوں

الانفال آیت ۷-۸ ترجمہ حضرت لاہوریؒ

چنانچہ تجارتی قافلہ بچ کر نکل گیا اور جنگی جماعت سے بدر کے مقام پر مڈبھیڑ ہو گئی جو مدینہ سے ۸۰ میل کے فاصلہ پر ہے کنواں ہے، اتفاق یہ کہ پانی پر کافروں کا قبضہ، اور جنگی مقاصد کے لئے معیاری زمین پر ان کا قبضہ، پھر وہ پوری طرح مسلح، مسلمانوں کا اصل سرمایہ توکل علی اللہ اور حمایت و نصرت خداوندی پر ہے،، انہوں نے اپنے رب سے فریاد کی تو اللہ تعالیٰ نے ایک ہزار فرشتوں کے ذریعہ امداد کا وعدہ فرمایا،

پھر سورۃ آل عمران کے مطابق تین ہزار فرشتوں کا معاملہ ہوا اور کافروں کی کمک کی شکل میں ۵ ہزار کا وعدہ ہوا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وعدہ اطمینانِ قلب کی ایک سبیل تھی، ورنہ اصل مدد اللہ کی ہے " وما النصر الا من عند اللہ ط،

بقول حضرت لاہوریؒ " ہزار فرشتوں کا وعدہ تمہاری تشفی کے لئے تھا ورنہ کفار کی تباہی کے لئے اس کا ارادہ ہی کافی ہو سکتا تھا"

اس کے ساتھ ہی اللہ تعالیٰ نے بارش برسا کر مسلمانوں کی امداد کی جس کے ذریعہ انہوں نے پانی کا ذخیرہ فراہم کر لیا اور ان کی زمین پختہ اور ہموار ہو گئی، جبکہ کفار کے حصہ والی زمین میں اس سے کیچڑ ہو گیا اور اس قدر خطرناک مقام جنگ ہونے کے باوجود مسلمانوں کو اونگھ آگئی جو اطمینان قلب کا ذریعہ تھی۔

(الانفال آیت نمبر ۱۱)

مزید اللہ تعالیٰ نے اپنی معیت کی خوشخبری بھیجی، اور ثابت قدمی کا حکم دیا، کافروں کے دل میں دہشت پیدا کرنے کا سامان فرمایا، اور کافروں کی گردنیں مارنے کا حکم دیا، اعدائے دین کا ظاہری قتل مسلمان اور فرشتے کر رہے تھے اسے اللہ تعالیٰ اپنا فعل ارشاد فرماتے ہیں ولکن اللہ قتلھم، اور پھر ریت کی مٹھی جو ان کی طرف پھینکی گئی اسے اللہ تعالیٰ نے اپنا فعل بتایا یہ تمام باتیں نصرت خداوندی کا پتہ دیتی ہیں، احادیث کے مطابق حضور علیہ السلام کے لئے عارضی قیام گاہ پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پہرہ دے رہے تھے، آپ ساری رات گریہ و زاری فرماتے رہے، الحاح سے دعائیں ہوئیں۔ اللہ کی طرف سے خوشخبری آئی

سیھزم الجمع ویولون الدبر

(القمر آیت ۴۵)

۱۷ رمضان، جمعہ کا دن، بدر کا مقام، ۳۱۳ کے مقابلہ میں ایک ہزار، یا دوسری روایت کے مطابق ۱۱ سو کفار، جن میں سے دو سو زرہ پوش اسلحہ، رسد کی کمی نہیں، اور مسلمانوں کا کل سرمایہ ۲ گھوڑے ۶ زرہیں، ۸ تلواریں، لیکن اصل سرمایہ توکل علی اللہ تھا اور اللہ کفر کا قلع قمع کرنے کا وعدہ پورا کرنے والے تھے، ابوجہل عتبہ، عقبہ، شیبہ، جیسے نامی گرامی سرداروں سمیت ۷۰ کافر واصل جہنم ہوئے اور اتنے ہی قید، مسلمان صرف ۱۴ شہید ہوئے ۸ انصار ۶ مہاجر، مالک الملک نے فرمایا:

"اور اللہ بدر کی لڑائی میں تمہاری مدد کر چکا ہے"

حالانکہ تم کمزور تھے، آل عمران آیت ۱۲۳)
کمزوری کا یہ عالم تھا کہ مسلمان اس سے ڈرتے
تھے کہ کافر کہیں اچک نہ لیں، الانفال ۲۶)
اور کفار کی خرمستیوں کا یہ حال تھا کہ شیطان
بنفس نفیس ان کے ساتھ تھا اور کہتا تھا
لا غالب لکم الیوم (انفال)
لیکن غلبہ دینے والے نے رخ بدل دیا،
قیدیوں کے معاملے میں آپؐ اور حضرت
ابوبکرؓ وغیرہ کی رائے معافی اور فدیہ کی تھی جبکہ
حضرت عمرؓ وغیرہ کی رائے قتل کی تھی، اللہ تعالیٰ
کے نزدیک دوسری رائے وزنی تھی، سورۃ
انفال کی آیات ۶۷ تا ۶۹ میں اسی مفہوم کو
ذکر کیا گیا ہے، مولانا احمد علی لاہوری رحؒ
ان کے خلاصہ میں فرماتے ہیں،
"لڑائی کا مقصد یہ ہے کہ کفار کی قوت
پوری طرح توڑ دی جائے اور جو لوگ اسلام
میں داخل ہونا چاہیں ان کے لئے روک نہ ہو
یا تو کفار کے ساتھ لڑائی شروع نہ ہو اور اگر
شروع ہو جائے تو پھر جب تک فیصلہ
صاف نہ ہو جائے تب تک آرام جائز نہیں
بدر کے قیدیوں سے بھی اسی حکمت کے لحاظ
سے فدیہ لینا مناسب نہ تھا، جو گذشتہ آیت
میں بیان ہوئی اگر ان ستر قیدیوں کو بھی قتل
کردیا جاتا حتیٰ یثخن فی الارض، تو عرب
میں سکون پیدا ہو جاتا،" ص ۲۹۵
قیدیوں کی رہائی کے بعد کافروں کے حوصلے
پھر بلند ہوئے اور وہ اگلے سال احد تک
آنکلے (مدینہ سے تین میل دور) تفصیلات سورۃ
آلعمران میں ہیں، مسلمانوں کا خاصا نقصان
ہوا، اور اگلے سال ۲۸ ہزار کا لشکر مدینہ پر
چڑھ آیا، جبکہ خندق کھودی گئی، اس

جنگ کی تفصیلات سورۃ احزاب میں ہیں اور
بھی چھوٹے چھوٹے واقعات پیش آئے
حتیٰ کہ ۶ھ ہجری میں فتح مکہ کا پیش خیمہ صلح
حدیبیہ معرض وجود میں آئی، سورۃ فتح
میں اس صلح کی تفصیلات موجود ہیں،
آخری رکوع میں آپ کے خواب کا ذکر
ہے جس میں مکہ معظمہ میں داخلہ دکھایا گیا
یہی خواب سفر عمرہ کا باعث بنا، لیکن
اس میں وقت کا تعین نہ تھا، کفار مزاحم
ہوئے اور حدیبیہ میں قافلہ رک گیا، یہی
وہ صلح ہوئی جس کی شرائط بظاہر نرم تھیں
لیکن اس کے بعد دعوت اسلام جس طرح
پھیلی اور رکاوٹیں دور ہوئیں ان سے،،
فتح مبین" کی راہ ہموار ہوئی، اس موقع
پر ۱۴۰۰ سو صحابہ ہمراہی رسول میں گئے
تھے اور فتح مبین (فتح مکہ) کے موقع پر
دس ہزار، ۶ھ میں عمرہ نہ ہو سکا صلح
کے تحت ۷ھ میں ہوا، اور اس کے
چند سے بعد اہل مکہ نے مسلمانوں کے ایک
حلیف قبیلہ کے خلاف اپنے حلیف قبیلہ
کی مدد کی، اب کوئی عذر نہ تھا، کفار
کا ایک وفد مدینہ طیبہ آیا تاکہ تجدید ہو سکے
لیکن جس رب نے صلح کا حکم دیا ہے اسی
کی طرف سے خیانت و بدعہدی کے بعد معاہدہ
سے دست برداری کی بھی اجازت ہے
(انفال ۵۸) اس لئے مسلمان ایک سوراخ
سے دوسری مرتبہ ڈسے جانے کے لئے تیار
نہ تھے، اگر ایسا ہو جاتا تو ان کی حکمت وسیاست
شکست کھا جاتی، دس ہزار قدسیوں کا
قافلہ حضور قائد اعظم نبی مکرم سلام اللہ علیہ
کی قیادت میں نکلا، تو عرب کی زمین ہل گئی

لات وہبل جن کی قسمیں مکہ میں کھائی جاتی تھیں
سرنگوں ہو گئے، بڑے بڑے جغادری سردار
جن میں سے ایک ایک سو سو سواروں کے
برابر شمار ہوتا تھا دم بخود ہو کر گھروں میں گھس
گئے، سرکار نے لشکر کو مختلف حصوں میں
بانٹ کر مکہ میں داخلہ کا حکم دیا، انہیں آج
پورے وسائل میسر تھے وہ سب بدلے چکا سکتے
تھے، عقل و دانش اور دین و انصاف کی عدالت
کا فیصلہ ان کے حق میں تھا، لیکن ولئن
صبرتم لھو خیر للصابرین
(النحل ۱۲۶) پر عمل کرتے ہوئے مکہ میں داخل
ہوئے، محض حضرت خالد بن ولید رضی اللہ
عنہ کے قافلے سے کفار کے ایک دستہ کی
ذرا سی مڈبھیڑ ہوئی، ورنہ یہ عظیم انقلاب
بغیر نکسیر پھوٹے تکمیل پذیر ہو گیا، حضور علیہ
السلام کا اعلان تھا کہ بیت اللہ دار الامن
ہے، ہر شخص کا گھر دار الامن ہے اور جناب
ابو سفیان کا گھر دار الامن ہے، انقلاب کا
ایک مرحلہ مکمل ہو گیا، اتفاق سے یہ بھی رمضان
کا مہینہ تھا، لیکن اب ۲ھ نہیں ۸ھ تھا
جب ۱۷ رمضان تھی آج ۲۰ تھی
انقلاب کے اگلے مرحلے میں سرکار نے بیت
اللہ چھوٹے معبودوں سے پاک کیا، جاء الحق
وزھق الباطل، کا زمزمہ جس انداز سے گایا اس
سے مکہ کی سرزمین گونج اٹھی، نبوت کی
پیشانی تکمیل انقلاب پر احکم الحاکمین کے
حضور جھک گئی، ابراہیم خلیل اللہ کی دعاؤں
کا شجر حسین آج بارآور ہوا، مدتوں کے
بعد بیت اللہ میں اہل توحید نے سجدہ ادا کیا
کفار لرزہ براندام اور عبرت ناک انجام کے
منتظر تھے، فاتح مکہ سلام اللہ علیہ کی جبین

نیاز جھکی ہوئی تھی، آپ تواضع کا پیکر
بنے سامنے تشریف لائے رب کائنات
کی حمد وثنا بیان کی، اسلام کی عالمگیریت
اور عظمت کا ترانہ گایا اور پھر کامل ۲۱ برس
تک ستانے والوں کی طرف متوجہ ہوئے
یاد ہوگا کہ ان میں وہ لوگ بھی موجود تھے جنہوں
نے بلال، صہیب، آل یاسر علیہم الرضوان کی
کھالیں کھینچیں تھیں، انہیں جلتے انگاروں پر
لٹایا تھا اور ان پر ستم ڈھا کر خوشیاں منائی
تھیں، حضرت ابوذر غفاری رضہ کو ان کے اظہار
اسلام پر انہیں مار مار کر لہولہان کرنے والے
یہاں موجود تھے، حضرت عثمان کو چٹائی میں
لپیٹ کر دھونی دینے والے مجرم ضمیر کھڑے
تھے، حبشہ تک مسلمانوں کا تعاقب کرنے والے
شرمندگی کا بوجھ اٹھائے منتظر تھے، سرکار
اور سرکار کے ساتھیوں کا سوشل بائیکاٹ
کرنے والے نشان حسرت بنے کھڑے تھے
سرکار کی مجلس کے قریب آکر سیٹیاں
بجانے والے اور آپ کے وعظ کے درمیان
غل غپاڑہ کرنے والے حیرت سے اس انقلاب
کو تک رہے تھے، وہ کہتے تھے والغوا فیہ
لعلکم تغلبون، کہ قرآن کی تلاوت کے
دوران شور مچاؤ کہ تم غالب آجاؤ، لیکن
آج وہی غالب تھا جسے مغلوب کرنا چاہتے
تھے، ہجرت کے دوران آپ کے گھر کا
محاصرہ کرنے والے، دور دور تک آپ کا
تعاقب کرنے والے، آپ کی صاحبزادی
حضرت رقیہ کو حالت حمل میں اونٹ سے
گرانے والے، تلواروں کو اپنی گردن کے
قریب آتا دیکھ رہے تھے، پھر ہجرت کے
بعد یہود مدینہ سے سازشیں کرنے والے
بدر میں اکڑ اکڑ کر وارد ہونے والے ستر
شہداء احد کے درندہ صفت قاتل،
سید الشہداء کے کلیجہ کو چبانے والے
اپنا سب کچھ خندق کی جنگ میں جھونکنے
والے، حدیبیہ کے مقام پر مسلمانوں کی
راہ روکنے والے، اور من مانی شرائط پر
صلح کرنے والوں کو اپنی پوری مجرمانہ تاریخ
نظر آرہی تھی، انہیں یقین تھا کہ ان کی گردنیں
ناپی جائیں گی، مکہ کی گلیاں ان کے خون سے
تر ہو جائینگی، ان کے بچے یتیم اور عورتیں
بیوہ ہو جائینگی، خوف وہراس کے اسی
ماحول میں محبت کے مرمریں ہونٹ ہلے
گفتگو کی مہک چارسو پھیل گئی، سرکار
نے مجرموں سے پوچھا کہ تم کس سلوک
کی مجھ سے توقع رکھتے ہو، جو ہاتھ لرز
رہے تھے اور جو زبانیں گنگ تھیں، انہیں
حوصلہ ہوا، دل کی رفتار کسی قدر کم ہوئی
ورنہ اب تک دھڑکن کوسوں دور دور
سنائی دے رہی تھی، رحم وکرم کا یہ آواز
چار سو پھیل گیا، تو مجرم لوگ امن وعافیت
اور حسن سلوک کی فریاد کرنے لگے، انہوں
نے حضور علیہ السلام کی خاندانی قدرومنزلت
کی اور آپ کے اخلاق وکردار کی تعریف
وتوصیف کے بعد حسن سلوک کی توقع
کی، رحمت جوش میں آئی، فرمایا، برادران
یوسف کو یوسف علیہ السلام نے جو کہا تھا
میں وہی کہتا ہوں، عام معافی کا اعلان
کرتا ہوں اپنے اور اپنی جماعت کے حق معاف
کرتا ہوں،، اذھبوا انتم الطلقاء
جاؤ تم آزاد ہو،،
لوگوں کیلئے یہ انقلاب خوشگوار تھا، غنیمت
کے جذبات کے ساتھ گردنیں جھک گئیں
نگاہیں جھک گئیں، لوگ اچھل اچھل کر کلمہ
توحید پڑھنے لگے، جن کے لئے محمد کی ذات
اور آپ کا پیغام اب تک ناپسندیدہ تھا
اب انہیں اس دھرتی پر اسی کی ذات اور
اسی کا پیغام سب سے محبوب نظر آنے
لگے اور تاریخ نے یہ واقعہ محفوظ کرتے
ہوئے لکھ دیا کہ بڑے بڑے فاتحین،
جرنیل، اور فوجی سپہ سالار اپنی توپ وتفنگ
سے جو کام نہ لے سکے، محمد رسول اللہ کی رحمت
نے وہ کام کر دکھایا،

بدر سے فتح مکہ تک کی داستان صبر وثبات
اپنی نوعیت کی ایک داستان ہے، مٹھی بھر
قدسیوں کا قافلہ، صبر وثبات، اعتماد علی اللہ
اخلاص فی الدین، اور اطاعت رسول کے
ہتھیاروں سے مسلح ہو کر کائنات کی سب سے
بڑی طاقت بن گیا اور دنیا ان کے سامنے
سرنگوں ہوگئی، سچ ہے کہ:
من کان للہ کان اللہ لہ — اور
ان ینصرکم اللہ فلا غالب لکم
اور اب جو حال ہے وہ ان یخذلکم فمن
ذالذی ینصرکم من بعدہ؟ کا
صحیح اور سچا مصداق ہے، ہاتف غیبی
کہہ رہا ہے ؎

فضائے بدر پیدا کر فرشتے تیری نصرت کو
اتر سکتے ہیں گردوں سے قطار اندر قطار اب بھی

بشکریہ "شمس الاسلام"

ایک عارف باللہ کے دو خط

حضرۃ الامام لاہوری قدس سرہٗ کے خلیفۂ خاص عارف باللہ مولانا محمد شعیب صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے دو گرامی نامے آپ کے فرزند رشید مولانا محمد یوسف صاحب نے ارسال فرمائے ہیں — دونوں خط حضرت والا نے اپنے بہنوئی مولانا عبد العزیز صاحب زید مجدہم کو لکھے ان خطوط میں رمضان المبارک کی برکات پر عارفانہ انداز میں کلام کیا گیا ہے — ایک قدسی صفت بزرگ کے ارشادات افادہ عام کے لئے پیش خدمت ہیں

(علوی)

(۱) ۱۳ر رمضان المبارک (۱۳۷۵ھ)

اخی المکرم والمعظم مدظلہ العالی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ،

ادھر ایک حجازی حکیم وارد ہیں جو کہ شہنشاہِ حقیقی کی طرف سے مُرسل ہیں۔ نہایت ہی وسیع تجربہ کے مالک ہیں، ہر کس وناکس کا باحسن وجوہ علاج فرماتے ہیں،"

صرف نابالغ بچوں اور مسافروں اور معذوروں کو مستثنیٰ فرماتے ہیں، امیر، غریب، بوڑھے جوان، مرد و زن، غرضیکہ ہر ایک پر یکساں توجہ فرماتے ہیں، کبیر السن ہیں مگر تاقیام قیامت اپنی درازی عمر کی پیشگوئی سناتے ہیں، تشخیص بھی عجیب ہے نہ نبض دیکھی نہ قارورہ نہ ایکسرے نکالا نہ مریض سے پوچھا صرف چہرہ دیکھتے ہی تمام حالات معلوم کر جاتے ہیں،

طریق علاج اس سے بھی انوکھا ہے نہ نسخہ لکھا نہ دوائی دی، نہ ٹیکہ لگایا نہ اپریشن کیا، صرف ترکِ اکل وشرب کی بشرائط معینہ باوقات مخصوصہ بارادہ صحیح تجویز فرماتے ہیں

اور کمال صحت کے لئے فضول گوئی سے پرہیز کی شرط بھی لگاتے ہیں اور قدرے رات کو قیام وقعود بھی کرواتے ہیں اور اسی سیدھے سادھے علاج میں جملہ امراض روحانی وجسمانی زائل ہو جاتے ہیں

لطف بالائے لطف یہ کہ تمام علاج مفت اور بلا فیس ہے بلکہ علاج کرانے والوں کو شہنشاہ حقیقی کی طرف سے انعامات واکرامات بے شمار کا وعدہ سناتے ہیں لاریب رحمت الٰہی کے بہت بڑے نشان ہیں مگر ہم جیسوں کو انکی قدر نہیں کہ اُن سے صحیح معنی میں مستفیض ہو سکیں چار ہفتہ مسلسل علاج فرمائیں گے اور اس کے بعد خود ہی رخصت ہو جائیں گے۔

ادھر کے عوام ان سے بے حد نفور ہیں اور دنیاوی مشاغل میں مغلوب ومقہور ہیں! فہدٰہم اللہ تعالیٰ، آمین یا الٰہ العالمین فقط

احقر بندہ محمد شعیب الخ الخ

26-4-56

(۲) ، ۷ رر رمضان المبارک ۷۵ھ

اخی المکرم الخ، الخ،

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

تازہ خبر یہ ہے کہ شیخ الاسلام والمسلمین حضرت مدنی دامت برکاتہم مدظلہم العالی حسب توقع شب جمعۃ المبارک مطابق؛ فروری جناب میل سے تشریف لے آئے ہیں، متوسلین ومریدین کی اکثریت پہلے ہی سے چشم براہ تھی،

حضرت مدظلہٗ کو دیکھتے ہی خوشی کی لہر دوڑ گئی، حضرت نے آتے ہی تعلیم بالغاں کے تیس روز سکول کھول دیئے ہیں

متوسلین ومعتقدین نے نہایت ذوق اور شوق سے حضرت والا کے فرمان واجب الاذعان کو لبیک کہا اور نہایت جوش وخروش سے داخلہ کے رجسٹر میں اپنے اپنے نام درج کرانے شروع کر دیئے۔

لاکھوں بلکہ کروڑوں مرد و زن داخل ہو چکے ہیں ابھی داخلہ شروع ہے حضرت والا کی تعلیم وتربیت کے عوام وخواص، خواندہ

(باقی ۲۴ پر)

شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی رحمۃ اللہ تعالیٰ

ظہیر احمد تاج

عصرِ نو پہ حق کا اک انعام تھے احمد علیؒ | اس صدی کے حجۃ الاسلام تھے احمد علیؒ

متقی، مردِ مجاہد، رہبرِ راہ ہدیٰ! | جادۂ توحید پر ہر گام تھے احمد علیؒ

کاملِ صبر و عزیمت، اسوۂ علم و عمل | اہلِ باطل کے لیے صمصام تھے احمد علیؒ

کوہِ ہمت، فکرِ عالی، طبع استغنا پسند | بخشش و جود و سخا کا نام تھے احمد علیؒ

قاریٔ قرآں بھی تھے، معنیٔ قرآں بھی | چلتے پھرتے صورتِ اسلام تھے احمد علیؒ

روز و شب جہدِ مسلسل، بے تکاں ابلاغِ دیں | وقفِ خدمت بہرِ خاص و عام تھے احمد علیؒ

اس جہاں کو جبکہ سمجھا سجنِ مؤمن کی طرح | صبح کی جو دے خبر وہ شام تھے احمد علیؒ

ظلم اور تاریکیوں میں بھی سفر جاری رہا | بے نیازِ گردشِ ایام تھے احمد علیؒ

جن کی ضربِ حق سے تھراتا تھا دل افرنگ کا | دشتِ حریت میں اک ضرغام تھے احمد علیؒ

ہند میں راہِ شریعت اور طریقت کے امام | شہ ولی اللہ کا اتمام تھے احمد علیؒ

میرے استادِ معظم رحمۃ اللہ علیہ | قطبِ اقلیمِ ولایت، نام تھے احمد علیؒ

شانِ اصحابِ رسول اللہ ان میں پائی تاج!

اک مجسم خلق کا پیغام تھے احمد علیؒ

(مولانا محمد منظور نعمانی مدظلہ)

صبر

قرآن مجید نے جن اخلاق پر بہت زیادہ زور دیا ہے اور مختلف عنوانوں اور مختلف پیرایوں میں جن کی اہمیت اور فضیلت بیان فرمائی ہے ان میں صبر کا خاص مقام ہے، لیکن ہماری اردو زبان میں صبر کے معنی بڑے محدود ہو گئے ہیں، سمجھا جاتا ہے کہ صبر کا مطلب بس یہ ہے کہ موت اور بیماری اور فقر و تنگدستی جیسی مصیبتوں کو اس طرح سہہ لیا جائے کہ شور و فغاں اور شکوہ و شکایت کا اظہار نہ ہو اور کوئی ظالم اگر ظلم کرے تو اس کا انتقام نہ لیا جائے اور نہ نالہ و فریاد کی جائے ـــ مگر قرآن کی زبان میں صبر کے معنی اس سے بہت زیادہ وسیع اور عمیق ہیں،

مختصر الفاظ میں اس کی حقیقت کو کچھ اس طرح ادا کیا جا سکتا ہے کہ، کسی عظیم اور مقدس مقصد کے لئے (مثلاً اللہ تعالیٰ کی رضا اور آخرت کے ثواب کے لئے یا دنیا میں نیکی پھیلانے اور برائیوں کو مٹانے کے لئے، یا دوسروں کی خدمت اور راحت رسانی کے لئے، صدموں، تکلیفوں، اور ناگواریوں کو برداشت کرنا اور ناموافق حالات میں بھی حق اور سچائی پر مضبوطی سے جمے رہنا اور نیکی کے راستے پر چلتے رہنا صبر ہے

صبر کی اس حقیقت کو ذہن میں رکھ کر قرآن مجید کی مندرجہ ذیل آیتیں پڑھئے

یا ایہا الذین آمنوا استعینوا بالصبر والصلوٰۃ ان اللہ مع الصابرین ۝ (بقرہ رکوع ۱۹)

اے ایمان والو (مشکلوں اور تکلیفوں میں) صبر اور نماز سے مدد حاصل کرو (یہ بات ناقابل شک اور بالکل یقینی ہے) کہ اللہ (اور اس کی پوری مدد) صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے،،

صبر سے مدد حاصل کرنے کا مطلب سورۃ اعراف کی ان آیتوں سے اور زیادہ واضح ہو جاتا ہے جن میں مذکور ہے کہ جب فرعون اور اس کی حکومت نے یہ فیصلہ کیا کہ بنی اسرائیل کے سارے لڑکے قتل کئے جائیں اور لڑکیاں اور عورتیں باقی رکھی جائیں تو موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم بنی اسرائیل کو تلقین فرمائی،،

استعینوا باللہ واصبروا ان الارض للہ یورثہا من یشاء من عبادہ ۝ (اعراف ع ۱۵)

اللہ ہی سے مدد طلب کرو اور صبر کو اپنا شعار بناؤ (یعنی مضبوطی سے حق پر جمے رہنے کا فیصلہ کر لو اور کمر کس لو پھر دیکھو اللہ تعالیٰ کیا کر کے دکھلاتا ہے) ملک کا حقیقی مالک اللہ ہی ہے وہ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہے ملک کا وارث بنا دیتا ہے!

اس کے بعد سورۃ آل عمران کی آخری آیت پڑھئے جو گویا اس عظیم سورت کے دفتر ہدایات کا حرف آخر ہو، ـــ ارشاد ہے

یا ایہا الذین آمنوا اصبروا وصابروا ورابطوا واتقوا اللہ لعلکم تفلحون ۝

اے ایمان والو صبر سے کام لو اور صبر کی صفت میں ایک دوسرے سے بازی لیجانے کی اور آگے بڑھنے کی کوشش کرو اور (راہ خدا میں جد وجہد کے لئے) مستعد اور کمربستہ رہو اور اللہ سے ڈرو (یعنی تقویٰ کو اپنا شعار بناؤ) امید ہے کہ تم فلاح پاؤ گے

انسان کی یہ فطری کمزوری ہے کہ حق اور نیکی کے راستہ پر چلتے ہوئے جب اس کو مسلسل مصائب اور نقصانات برداشت کرنے پڑتے ہیں اور اپنی قربانیوں کا کوئی پھل وہ نہیں دیکھتا تو اس میں مایوسی آجاتی ہے اور ہمت ٹوٹنے لگتی ہے ـــ ایسے موقعوں کے لئے قرآن مجید میں فرمایا گیا

واصبر فان اللہ لا یضیع اجر المحسنین

اور صبر کرو، کیونکہ اللہ کا یہ دستور ہے کہ وہ نیکو کاروں کے اجر کو ضائع نہیں کرتا،، (در سورۃ ان کی نیکو کاری کا صلہ ضرور ملیگا، ہود ع ۱۰)

اللہ تعالیٰ کے اس دستور و قانون کا اعلان "سورۃ یوسف" میں حضرت یوسف علیہ السلام کی زبانی ان الفاظ میں نقل کیا گیا ہے،،

انہ من یتق ویصبر فان اللہ

لا یضیع اجر المحسنین ۔ سورۃ یوسف

یہ بالکل یقینی اور قطعی بات ہے کہ جو لوگ تقویٰ اور صبر کی صفت کے ساتھ زندگی گذاریں تو اللہ تعالیٰ ان کو ضرور نوازتا ہے وہ نیکو کاروں کا اجر ضائع نہیں کرتا،

اور سورہ نحل میں صبر کے حکم کے ساتھ یہ بھی واضح فرما دیا گیا ہے کہ صبر کی صفت وہ دولت عظمیٰ ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کی خاص توفیق ہی سے نصیب ہو سکتی ہے ارشاد ہے،

واصبر وما صبرك الا بالله

(نحل ع ۱۶)

اور صبر اختیار کرو (اور یاد رکھو کہ) تمہارا صبر کرنا بھی اللہ ہی کی توفیق اور مدد سے ہوگا،

اب رہا یہ سوال کہ اللہ تعالیٰ سے صبر کی توفیق بندہ کیسے حاصل کرے؟ اس کا جواب قرآن مجید ہی سے یہ ملتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عزم و ارادہ کی جو طاقت بندہ کی فطرت میں ودیعت رکھی ہے وہ ایک طرف تو اس سے کام لے یعنی مصیبتوں اور تکلیفوں کو برداشت کرنے اور اللہ تعالیٰ کی رضاجوئی میں ثابت قدم رہنے کا ارادہ کرے اور اس کے لئے اپنی خداداد ہمت کو استعمال کرے اور دوسری طرف اللہ تعالیٰ سے صبر اور ثابت قدمی کی دعا کرے

—— سورۃ بقرہ میں اگلے دور کی ایک جماعت مجاہدین کا ذکر کیا گیا ہے کہ ان کا سابقہ ایک بڑے طاقتور اور جرار فوج رکھنے والے دشمن (جالوت) سے پڑا تو کچھ کمزور دل اور کمزور ایمان رکھنے والے تو جالوت اور اس کے لشکروں کو دیکھ کر ہی ہمت ہار بیٹھے اور انہوں نے کہا کہ ان سے ٹکر لینے کی ہم میں طاقت نہیں ہے

لا طاقة لنا اليوم بجالوت وجنوده

لیکن جن کے دلوں میں ایمان کی طاقت تھی انہوں نے کہا کہ فتح و شکست کا تعلق صرف قلت و کثرت ہی سے نہیں ہے بلکہ تاریخ میں اس کی مثالیں موجود ہیں کہ،،

كم من فئة قليلة غلبت فئة كثيرة باذن الله والله مع الصابرين،

قلیل تعداد رکھنے والے بعض گروہ اپنے مقابل کے کثیر التعداد گروہ پر اللہ تعالیٰ کے حکم اور اس کی مدد سے غالب ہوئے اور اللہ اور اس کی مدد صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے (بقرہ ع ۳۳)

بہر حال قرآن مجید کا بیان ہے کہ اللہ کے ان بندوں نے اپنے دلوں کو مضبوط کیا اور پھر اللہ تعالیٰ سے صبر و ثبات اور فتح و نصرت کی دعا مانگی اور عرض کیا

ربنا افرغ علينا صبرا وثبت اقدامنا وانصرنا على القوم الكافرين

اے ہمارے پروردگار! ہمیں صبر سے سرشار فرما، اور ہمارے قدم جما دے اور اس کافر گروہ پر فتح حاصل کرنے میں ہماری مدد فرما، (بقرہ ع ۳۳)

پھر اس معرکہ کا انجام قرآن مجید میں اس دعا کے بعد ہی متصلاً ان الفاظ میں ذکر فرمایا گیا ہے

فهزموهم باذن الله ط

پھر یہ ہوا کہ اللہ کی مدد اور اس کے حکم سے ایمان رکھنے والے اس قلیل التعداد گروہ نے دشمن کی کثیر التعداد فوج کو شکست دیدی،

اس پوری روداد سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ سے صبر کی توفیق حاصل کرنے کا راستہ یہ ہے کہ خود عزم و ہمت سے کام لے اور پورے اخلاص والحاح کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے صبر کی توفیق اور اس کا فیضان مانگے جو بندہ ایسا کریگا اللہ تعالیٰ اس کو صبر کی دولت اور طاقت عطا فرمائے گا

صبر والوں کا مقام اور انجام

اگرچہ مندرجہ بالا اکثر آیتوں میں بھی صبر کے حکم اور اس کی تلقین کے ساتھ اس کے اجر اور اس کی خوش انجامیوں کی طرف اشارات موجود ہیں، تاہم دو تین آیتیں خاص صبر کے اجر و انجام کے متعلق اور بھی پڑھ لیجئے،

والذين صبروا ابتغاء وجه ربهم

یہ وہ لوگ ہیں کہ جنہوں نے اللہ کی رضا طلبی میں (ہر قسم کی ناگواریوں اور سختیوں پر) صبر کیا،

پھر ان کا اخروی انجام بیان فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا گیا ہے،،

والملئكة يدخلون عليهم من كل باب ۵ سلام عليكم بما صبرتم فنعم عقبى الدار ۵

(سورۃ رعد ع ۳)

اور وہاں (جنت میں) ان کے گھر کے

ہر دروازے سے فرشتے ان کے پاس ان کے اکرام کے لئے آئیں گے اور کہیں گے کہ سلام ہو تم پر بسبب اس کے کہ تم نے دنیا میں صبر کو اپنا شعار بنایا، کیا ہی اچھا ہے یہ عاقبت کا ٹھکانا۔

اور سورۃ آل عمران میں جنتی بندوں کے اوصاف واخلاق بیان کرتے ہوئے سب سے پہلے ان کی صفت صبر ہی کا ذکر فرمایا گیا ہے، ارشاد ہے

الصّٰبرین والصّٰدقین والقٰنتین

صبر کرنے والے، سچ بولنے والے، اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کرنے والے ۔ (الآیۃ، آل عمران)

اسی طرح سورۃ احزاب میں جہاں مسلمان مردوں اور عورتوں کو ان کے ایمانی اوصاف واخلاق کی بناء پر مغفرت ورحمت کی بشارت سنائی گئی ہے وہاں بھی صبر کی صفت کا ذکر خصوصیت کے ساتھ کیا گیا ہے ۔

ارشاد ہے :۔

والصّٰبرین والصّٰبرات

صبر کرنے والے مرد اور صبر کرنے والی عورتیں

اس کے بعد اسی قسم کی ان کی چند اور اخلاقی صفات بیان فرمانے کے بعد ارشاد فرمایا گیا ہے،

اعد اللہ لھم مغفرۃ واجرًا عظیمًا ط

(اللہ تعالیٰ نے اپنے ان بندوں اور بندیوں کے لئے مغفرت (کا فیصلہ فرمایا ہے) اور اجر عظیم تیار کیا ہے۔ (الاحزاب ۵۶)

ان ہی چند آیات سے سمجھا جا سکتا ہے کہ قرآنی دعوت وتعلیم میں صبر کا کیا مقام ہے اور صابرین کے لئے دنیا اور آخرت میں کیسی کیسی خوشگوار انجامیوں کی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ضمانت ہے ،، کاش قرآن مجید کو اللہ کی کتاب ماننے والے ہم مسلمان ان حقائق پر کچھ غور کریں !۔

بقیہ : ایک عارف باللہ ....

ناخواندہ سبھی محتاج ہیں، اور آپ کی شفقت بے پایاں اور رحمت بیکراں ہر بالغ مرد وزن پر حاوی ہے، ویسے بھی حضرت والا اس وقت بہت معمر ہو چکے ہیں، صحابی ہیں مدینہ منورہ ۲۶ھ میں ولادت باسعادت ہوئی لیکن غالباً آپ حیات پی چکے ہیں کہ اس پیرانہ سالی میں بھی سہرے جوان نظر آتے ہیں

حضرت والا کے کلمات طیبات کے سامنے موتیوں کی کیا حقیقت ہے، مثلاً قلۃ الکلام قلۃ المنام، قلۃ الاختلاط مع الانام کے پابند رہو،

کثرت تلاوۃ القرآن، کثرت عبادۃ الرحمان کثرۃ الصلوٰۃ علی رسول الانس والجان، کثرۃ الدعاء والبکاء والتضرع الی الرحمان کے خوگر بنو،

عشرات ثلثہ قیام کا وعدہ ہے اولہ رحمۃ اوسطہ مغفرۃ، آخرہ عتق من النار کا یقین دلاتے ہیں، طالبان حق کے لئے آپ کا نزول نعمت عظمیٰ اور رحمت کبریٰ ہے ، اسی طرح دوران قیام روحانی موتی لٹاتے رہیں گے، اور انوار باطنہ کی بارشیں برساتے رہینگے اور متوسلین ومستفیدین کو بشارات حقہ سے نوازتے رہیں گے، ٹھیک ۱۸ مارچ ۱۹۶۱ء کو شاہین میل سے رخصت ہو جائیں گے متعلقین کے قلوب میں گہرا اثر چھوڑ جائیں گے، اور باوجود ہزار کوشش کے کہیں نظر نہ آئینگے ۔

فیا طوبیٰ لمن تثبت بذیلہ
وحصل من برکات وافرغ من انوارہ

یہ یاد رہے کہ حضرت والا کا اصلی نام الحاج الحافظ السید القاری رمضان علی شاہ صاحب ہے ،

فقط احقر بندہ پر عیب محمد شعیب
عفا اللہ عنہ ، از میاں علی
(۷ رمضان ۱۳۸۰ھ
۲۳ فروری ۱۹۶۱ء)

اظہار تعزیت

پنجاب یونیورسٹی کے ہونہار طالب علم اور جمیعۃ طلباء اسلام کے رہنما ظہیر میر کے والد بزرگوار گذشتہ جمعہ انتقال کر گئے، محکمہ ٹیلیگراف کے قربان جائیں کہ مدیر خدام الدین کے نام ظہیر میر کا جمعہ کو گوجرانوالہ سے بھیجا ہوا تار اتوار کو ملا۔

ادارہ اس جانکاہ حادثہ پر ظہیر صاحب، اور ان کے بڑے بھائی جن پر خاندان کی ذمہ داریاں ہیں جناب طیب میر اور باقی متعلقین سے اظہار ہمدردی کرتے ہوئے دعاگو ہے کہ اللہ رب العزت مرحوم کو اپنے جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے۔

ادارہ

سرزمین دیوبند! اے سرفروشوں کی زمیں
خطہ ہندوستان ہے تو ہے فردوس بریں

بہنوں کا صفحہ

باپ کا خط بیٹی کے نام (قسط ۳)

مولانا سیّد حبیب الحسن صاحب قادری وکیل ہائی کورٹ، بھوپال :-

تم بھی اسی جنس سے ہو اور اس کلیہ میں داخل ہو، ان پر لاتعداد احسانات کا اور اضافہ کرو، اور ہر آن اٹھتے بیٹھتے، سوتے جاگتے، خود تم پر اس وقت سے کہ تم ماں کی گود میں بھی نہ آئی تھیں، شروع ہوئے اور زندگی کے آخری سانس تک اس دنیا میں اور اس کے بعد آخرۃ میں ابدالآباد تک ان کا سلسلہ قائم رہیگا۔

غور کرو ماں باپ جیسے چاہنے والے تم کو کس نے دیئے ؟ خدا نے!

ورنہ اکثر لڑکیاں پیدا ہوتے ہی اس نعمت سے محروم ہوجاتی ہیں،،

سوچو، ماں باپ کو اتنی فراغت کس نے دی ؟ کہ تمہاری پرورش اچھی طرح کرسکیں کبھی تمہاری ضد کو نہ ٹالیں، جس بات کی ہٹ کی پوری کی، ؟ خدا نے!

ورنہ بہت سی لڑکیوں کے باپ اور ماں مفلس ومحتاج ہوتے ہیں، وہ اولاد کی پرورش تو کیا کرتے، خود اولاد کو اپنی اور والدین کی ضروریات زندگی کے لئے محنت ومزدوری کرنا پڑتی ہے۔

تم کو اچھی سیرت، اچھی صورت، تندرستی جیسی بیش بہا نعمت کس نے دی ؟ خدا نے!

ورنہ تم نے اکثر لڑکیوں کو آنکھ سے، پیر سے معذور دیکھا ہوگا، غرض زندگی کے ہر شعبہ میں جب تم اپنے سے کم درجہ کی لڑکیوں کی زندگی پر نظر ڈالوگی تو تمہارا دل یہ مان لے گا کہ خصوصیت سے تمہاری ذات پر اللہ پاک کے اتنے احسان وکرم ہیں کہ تم شمار کرنا چاہو تو بھی شمار نہیں کرسکتیں،

وان تعدوا نعمۃ اللہ لاتحصوھا

اور اگر اللہ کی نعمتوں کا شمار بھی کیا جائے تو وہ حد شمار سے باہر ہیں

ان سب باتوں کے دہرانے سے اے عزیز بیٹی (فاطمہ) میرا یہ مقصد تھا کہ اللہ پاک نے تمہاری فطرت میں چونکہ احسان شناسی کا مادہ پیدا کیا ہے۔ تمہاری کسی ملنے والی نے اگر تمہیں خط لکھا تو جواب نہ لکھنے تک تم بے چین رہتی تھیں، کسی سہیلی نے اگر کوئی تحفہ بھیجدیا تو تم اس کا عوض کرنے کے لئے ہمہ وقت تیار رہتی تھیں، میری ضروریات کی نگہداشت تم کیسی مستعدی اور کیسے خلوص کے ساتھ کرتی تھیں یہ سمجھ کر کہ باپ ہے!

بیشک انسانوں میں بعض کے بعض پر حقوق ہیں باپ کے بیٹی پر بیٹی کے باپ پر۔ لیکن جان سے پیاری بیٹی! خدا کے حقوق بندے پر ان سب سے زیادہ ہیں، تم کسی دوسرے کو کیوں بیچ میں ڈالو، ماں باپ تمہارے نزدیک تمہارے سب سے بڑے محسن ہیں، اور تمہارے دل میں ان کی اطاعت کا جذبہ سب سے زیادہ غالب، ان کی محبت کا اثر سب سے فائق ہے۔

ایک مثال لکھتا ہوں کہ دیکھو، چیچک تمہارے بھی نکلی تھی اور اسی زمانہ میں تمہارے بھائی سید کے بھی۔ کیا ہمارا قابو تھا کہ چیچک نہ نکلنے دیتے اور اگر ہوتا تو تمہاری اور سید کی تکلیف بھلا ہم کیسے برداشت کرسکتے تھے۔

اب کیا یہی ہمارا اختیار تھا کہ چیچک سے تمہیں تندرست کردیتے اور اگر ہوتا تو تمہاری بڑی بہن مہہیں، اور تمہارے بھائی حمید اول کو ہم اسی مرض میں کیوں مرنے دیتے،،

اچھا تم اچھی ہوئیں، خدا نے تمہیں صحت دی مگر تمہیں یاد ہوگا کہ سید کو ناسمجھ ہونے کی وجہ سے مطلق اس کی پرواہ نہ تھی کہ چہرے پر داغ رہیں گے یا نہیں، تم سمجھدار تھیں، ہر وقت تم کو یہی فکر تھی اور ہر وقت یہی ذکر تھا تم خدا سے دعا کرتی تھیں، جانتی تھیں کہ ماں باپ، ڈاکٹر، حکیم، سب بے بس ہیں وہ کچھ نہیں کرسکتے، خدا نے تمہاری دعا قبول فرمالی، سید کے داغ رہے اور اب تک ہیں مگر تمہارے داغ کا نشان تک

نہیں، اب بتاؤ کہ ماں باپ تم پر زیادہ اختیار رکھتے ہیں یا خدا، ماں باپ زیادہ محبت کرتے ہیں، یا خدا!

اور یہ تم اوپر پڑھ چکی ہو کہ ماں باپ بھی خدا کے حکم اور اپنی مغفرت کے لالچ ہی میں لڑکیوں کے ساتھ اچھا برتاؤ رکھتے ہیں ورنہ وہ بھی آخر ماں باپ ہی ہوتے تھے جو لڑکیوں کو زندہ دفن کر آتے تھے۔

جو ہوتی تھی پیدا کسی گھر میں دختر
تو خوف شماتت سے بے رحم مادر
پھرے دیکھتی جب تھی شوہر کے تیور
کہیں زندہ گاڑ آتی تھی اس کو جا کر
وہ گود ایسی نفرت سے کرتی تھی خالی
جنے سانپ جیسے کوئی جننے والی"

(مولانا حالیؒ)

تو اے جان پدر! جس خدا نے تم پر اتنے احسان کئے ہوں اور جس کے احسانات کا سلسلہ برابر جاری ہو، جو ہر وقت تمہارا محافظ و مددگار ہو، جو ہر وقت تمہاری دعاؤں کو سنے، اور انہیں قبول کرے،

کیا اس کا حق ادا کرتے، اس کے احسانات کا شکر گذار ہونا تمہارا فرض نہیں، تم نے کبھی ماں باپ کے کہنے کو نہیں ٹالا، کبھی ان کی نافرمانی نہیں کی، پھر تمہاری فطرت، تمہاری طبیعت اور تمہارے نفس کی شرافت، کیسے اُسے گوارا کر سکتی ہے کہ خدا کے احکام کی تعمیل نہ کرو،

نماز کے متعلق میں تم کو یہاں بھی برابر کہتا رہتا تھا، اب جبکہ تم مجھ سے رخصت ہو رہی ہو، یہ آخری فرض ادا کرتا اور بطور وصیت التجا کرتا ہوں، کہ کسی حال میں بھی نماز سے غفلت نہ کرنا، یہ ایسا فرض ہے کہ کسی حال میں معاف نہیں ہو سکتا نماز کی اہمیت کا اندازہ تم اس سے کر سکتی ہو کہ اگر سواری سے اترنا ممکن نہ ہو تو وقت ہو جانے پر سواری ہی پر نماز ادا کرنا چاہئے، بیماری میں اٹھ نہ سکے تو بیٹھ کر، بیٹھا بھی نہ جائے تو لیٹے لیٹے بولا نہ جائے تو اشارے ہی سے نماز ادا کر لینا چاہئے"

میدان حشر میں سب سے پہلا محاسبہ نماز کا ہوگا!!

اے باپ کی روح، اور ماں کی جان تیرا نام فاطمہ اسی لئے رکھا گیا تھا، کہ اس نام کے انتساب کی برکت سے خدا تجھے توفیق بخشے کہ اپنی زندگی ایسی دینداری گذارے کہ کنیزان فاطمہؓ میں محشور ہونے کی عزت پا سکے"

جان پدر! اگر نماز کی تو نے ایسی پابندی کی جیسا کہ اس کا حق ہے تو یقین رکھ کہ دنیا اور دین دونوں تیرے سنور جائیں گے دل کو اطمینان اور روح کو فرحت رہیگی نماز یہ خاصیت رکھتی ہے کہ دوسری نیکیوں کی طرف خود بخود طبیعت راغب ہو، اور برائیوں سے کراہت اور نفرت ہوتے ہوتے ایک دن انکو بالکل ہی محو کر دے

ان الصلوٰۃ تنھیٰ عن الفحشآء والمنکر"

تحقیق نماز میں یہ اثر ہے کہ وہ برائیوں اور گناہوں سے روک دیتی ہے

ایک ذریعہ خدا کی رضامندی حاصل کرنے کا یہ ہے کہ اس کی مخلوق کی خدمت کیجائے،

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

خیر الناس من ینفع الناس

تم میں سب سے اچھا وہ ہے جس سے بنی نوع انسان کو زیادہ نفع پہنچے،

یہ بھی کوئی زندگی ہے کہ اچھا کھایا، اچھا پیا، مرگئے، چلے گئے، کسی کے کام نہ آئے

اس طرح جی کہ بعد مرنے کے
یاد تو کوئی گاہ گاہ کرے
ورنہ افسوس ہے کہ تو مر جائے
نہ کوئی نام لے نہ آہ کرے

حافظ عبدالشکور نابینا کے کپڑے اکثر تم نے سیئے ہیں، جب کبھی جمعہ کے روز اس نے کپڑا لا کر دیا اور تم نے فوراً نماز جمعہ سے پہلے سی کر بھیجدیا، تم نے نہیں دیکھا میں نے دیکھا ہے کہ اس کی مسرت کی کوئی انتہا نہ ہوتی تھی۔ ایک دل کو خوش کر دینے کو صاحبان دل کہتے ہیں کہ حج اکبر کا ثواب ملتا ہے جاڑوں میں معصوم بچوں کی مرزائیاں اکثر میں تم سے اسی لئے تیار کراتا تھا کہ ان کے اجر میں تم بھی حصہ دار بن جاؤ،

خلاصہ یہ ہے کہ روپیہ سے، پیسہ سے ہاتھ سے، پاؤں سے، زبان سے، جہاں تک بن سکے حسب استطاعت خدا کی مخلوق کی حاجت روائی، خدمت گذاری، اور دل خوش کرنے کی زندگی بھر کوشش کرتی رہنا،

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ بھی ارشاد ہے کہ :-

الخلق عیال اللہ

مخلوق خدا کا کنبہ ہے ۔ اس خدمت

(باقی ۲۸ پر)

تعارف و تبصرہ

اصح السیر

حضور نبی رحمت، تاجدار مکرم امام الانبیاء صلوات اللہ تعالیٰ وسلامہٗ علیہ کی سیرت مطہرہ پر اردو زبان میں جو چند اچھی اور خوبصورت کتابیں طبع ہوئی ہیں، ان میں مولانا حکیم ابوالبرکات عبدالرؤف داناپوری کی کتاب اصح السیر فی ہدی خیر البشر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہے، کتاب کے چوالیس صفحات ایک عالمانہ اور محققانہ مقدمہ پر مشتمل ہیں، جو انبیاء علیہم السلام کی بعثت، قرآن شریف اور سنن رسول سے متعلق ضروری مباحث سیرت، سیرت کے تحریری مواد کی تفصیل اسکی تدوین، درایت و عقل، عقل کی گمراہی، عیسائیوں کے اعتراض اور قدیم عرب جیسے عنوانات پر مشتمل ہے، یہ ایسے مباحث ہیں جن کا مطالعہ اس لئے ضروری ہے کہ آئندہ چل کر اصل عنوان کو سمجھنا بہت آسان ہو جاتا ہے، مقدمہ کے بعد ۶۱۲ صفحات ہیں جن پر سیرت رسول کو فاضل مصنف نے سپرد قلم کیا ہے، سیرت رسول کا کوئی اہم گوشہ ایسا نہیں جس پر سیر حاصل گفتگو نہ کی گئی ہو، بلکہ بعض ضروری اور اہم مقامات پر فقہی مسائل کو بڑے شرح و بسط سے ذکر کیا گیا ہے، مثلاً شہداء کی تجہیز و تکفین ان پر جنازہ، قنوت نازلہ، غزوہ خیبر کے ضمن میں زمینوں کی بحث اور دوسرے احکام، متعہ کے احکام، مکہ معظمہ کے مکانات اور اراضی کی بحث، جزیہ، عشر وخراج، اموال مہجورہ، غنیمت، خمس اور فیٔ، شرعی پردہ وغیرہ —— یہ اور اس نوع کے دوسرے مسائل پر اس انداز کی گفتگو بالعموم سیرت نگار نہیں کرتے،

مولانا الموصوف نے ایسا کر کے جہاں سیرت کے ابواب سے لوگوں کو روشناس کرایا ہے وہاں ضروری مسائل سے واقفیت کی صورت پیدا کر دی ہے، کتاب کی جو خوبی تبصرہ نگار کے نزدیک سب سے زیادہ ہے وہ یہ ہے کہ مصنف علام نے ان واقعات کا اہتمام کیا ہے جو اسلام کی دعوت و تبلیغ سے متعلق ہیں، اور واقعہ یہ ہے کہ یہی اصل سیرت رسول اور اسکی روح ہے،،

مدت ہوئی یہ کتاب چھپی تھی اب بالکل نایاب تھی، اللہ بھلا کرے مولانا فضل ربی ندوی کا جنہوں نے بڑے اہتمام اور روایتی خوش ذوقی سے کتاب کو چھاپا اور ایک گوہر نایاب سیرت کے شائقین کے ہاتھوں میں آگیا، یقین ہے کہ یہ کتاب دربار رسالت میں مصنف علام اور ناشر محترم کے لئے شفاعت کا باعث بنیگی ہم اہلِ دل اور باذوق حضرات سے اس کے مطالعہ کی زبردست سفارش کرتے ہیں

۴۰/ روپیہ میں یہ خوبصورت جلد والی کتاب مجلس نشریات اسلام اے، کے ۳/ ناظم آباد نمبرا کراچی سے دستیاب ہے

تزکیہ واحسان" یا تصوف وسلوک

مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کے گوہر بار قلم کا یہ شاہکار حال ہی میں طبع ہوا ہے، طبع کرنے والے وہی مولانا کے عزیز ترین شاگرد مولانا فضل ربی ندوی ہیں جو مولانا کی قریب قریب سبھی کتابیں چھاپ چکے ہیں،

کتاب کا ٹائیٹل ہے تزکیہ واحسان (جسکو دور آخر میں تصوف کے نام سے یاد کیا جاتا رہا ہے) کی اصل روح اور حقیقت، اسلامی و ایمانی زندگی کی تکمیل کے لئے اسکی اہمیت و ضرورت اور افراد، جماعتوں، اسلامی حکومتوں اور قوموں و ملکوں پر اس کے حیرت انگیز اثرات اور انسان کی اخلاقی و روحانی ترقی اور بلند کردار میں اس کے بنیادی اور ناقابل تردید حصہ کا غیر جانبدارانہ مطالعہ و جائزہ "

کتاب کے عربی زبان میں تین ایڈیشن بعنوان "ربانیہ لا رہبانیہ"، کویت، دمشق، اور بیروت سے شائع ہو چکے ہیں، اردو میں لکھنؤ کے بعد کراچی سے یہ ایڈیشن شائع ہوا ہے"

سیدھی بات یہ ہے کہ سلوک واحسان قرآنی

[illegible] ہے ، لوگ ہر معاملہ میں افراط اور تفریط کا شکار ہو جاتے ہیں ۔ یہاں بھی یہی ہوا کچھ لوگ موج میں آکر ایسے "ولی" بنے کہ سب کچھ ترک کر دیا ، نہ نماز نہ روزہ ۔ اور کچھ نے اس حقیقت پر ہاتھ صاف کرنا شروع کر دیا اس حقیقت کبریٰ کے عاملین اور اس راہ کے عظیم انسانوں پر نشتر زنی شروع کر دی ، باتیں دونوں غلط ہیں ، صحیح اور سیدھی راہ یہ ہے کہ تزکیہ و احسان تعلق مع اللہ اور اتباع سنت کے جذبہ صادقہ کا نام ہے اور بس " اور اس بحر عمیق کے جن شناور حضرات کا تذکرہ کتابوں میں ہے وہ واقعی ایسے لوگ تھے کہ ان کی نگہ فیض ہزاروں کی اصلاح کا باعث بنی ،

علی میاں نے حقائق و مقاصد اور شخصیات پر لکھا ہے اور خوب ، ایسا کہ قاری معرفت کی دنیا میں کھو جاتا ہے ، اصل میں مختلف مضامین تھے لیکن مقصد ایک ہی تھا ، اس لئے یہ سلک مروارید تیار ہو گئی ، ترجمہ مرحوم محمد الحسنی نے کیا ، اس کتاب کا مطالعہ انشاء اللہ تعالیٰ طمانیت و تسکین کا باعث ہوگا صورت و معنی کے اعتبار سے یہ خوبصورت ترین کتاب ۱۵/۰ روپیہ میں مجلس نشریات اسلام کراچی سے حاصل کریں اور ضرور ۔

حکمتِ استخارہ

علامہ فضل احمد عارف اچھوتے

اور البیلے عنوانات پر لکھنے میں شہرت رکھتے ہیں ، ان کی یہ کتاب استخارہ کے ماله و ما علیہ پر مفصل ، اور بھرپور تحریر ہے جس کے پہلے باب میں استخارہ کا مفہوم ، تعریف ، پس منظر حدود ، دوسرے باب میں اسکی مصلحت تیسرے میں اسکی حقانیت چوتھے میں اس کا طریقہ ، پانچویں میں اسکے مسائل پر سیر حاصل گفتگو ہے اور چھٹے میں بعض مجرب استخاروں کی تفصیل ہے

موصوف نے عربی ، فارسی ، انگریزی ، اردو جرمن ، زبان کی ۱۳۲ کتابوں کے مطالعہ کے بعد یہ عجالہ نافعہ مرتب کیا ہے پہلے ایڈیشن سے متعلق مخدوم العلماء حضرت مولانا خان محمد صاحب سجادہ نشین کندیاں ، مولانا محمد یوسف لدھیانوی ، اور مولانا محمد تقی عثمانی جیسے ارباب علم و معرفت کے تبصرے شامل ہیں جن سے کتاب کی افادیت کا اندازہ ہوتا ہے ، جناب ماہر القادری صاحب نے اپنے مخصوص نظریات کے باوصف لکھا تھا کہ " اس کے مطالعہ سے تعلق مع اللہ کی کیفیت ابھرتی ہے ، ہماری خواہش ہے کہ بے چینی کا شکار دنیا اس سے استفادہ کرے اس سے انشاء اللہ چین کی دولت نصیب ہو گی "

یہ کتاب ۲۱/۰ روپے میں مکتبہ رشیدیہ ۲۲ - اے شاہ عالم مارکیٹ لاہور اور دوسرے اداروں سے دستیاب ہے

رودادِ جشن دیوبند

جناب جانباز مرزا صاحب نے دار العلوم دیوبند کے صد سالہ اجتماع سے متعلق جس رپورٹ کا اعلان کیا تھا وہ آگئی ، موصوف نے محنت سے اسے مرتب کیا ہے ، اپنی مرتبہ ڈائری کے علاوہ انہوں نے نظام الاوقات ترانہ دار العلوم ، اسٹیج نشین حضرات کی صف وار تفصیل ، حضرت مہتمم صاحب کا خطبہ استقبالیہ ، دنیا کے مختلف بڑوں بڑوں کے پیغامات ، اہم ترین تقریریں اور بعض دوسرے مضامین شامل کر دیئے ہیں ، اس عنوان پر آئندہ کام کرنے والوں کے لئے یہ روئیداد انشاء اللہ تعالیٰ ایک اچھا ماخذ ثابت ہو گی ، کیونکہ موصوف نے ضروری چیزیں قریب قریب شامل کر دی ہیں ۱۵/۰ روپے میں یہ کتاب دفتر ماہنامہ الرشید ۲۲ - اے شاہ عالم مارکیٹ لاہور سے دستیاب ہے ، ہمیں امید ہے کہ مادر علمی کے خوشہ چین اور دوسرے اہل ذوق حضرات اس کی قدر کرینگے " ۔

بقیہ : باپ کا خط . . . .

اور اس حاجت روائی سے جو دعائیں حاصل ہوتی ہیں وہ دنیا اور دین میں بڑے ہی کام آتی ہیں ، آنے والی مصیبتیں ان دعاؤں کی برکت سے ٹل جاتی ہیں ،

جس طرح کسی کے دل خوش کرنے کا اجر و ثواب ملتا ہے اسی طرح دوسرے کو رنج دینے دل دکھانے کا عذاب بھی ہے اس سے خدا محفوظ رکھے "

اولیائے اُمّت کانفرنس

جمعیۃ طلباء اسلام شکر گڑھ کے زیر اہتمام یک روزہ اولیائے امت کانفرنس میں مولانا زاہد الراشدی ، میاں محمد عارف ، جناب ظہیر میر اور جاوید اقبال نے خطاب کرتے ہوئے برصغیر میں اولیاء کرام کی دعوتی اور تبلیغی سرگرمیوں پر تفصیلی روشنی ڈالی اور ثابت کیا کہ یہاں اسلام کی رونق انہی حضرات کے فیوضات کا نتیجہ ہے ، کانفرنس سے قبل مہمانوں کے اعزاز میں استقبالیہ دیا گیا ۔

بقیہ: احادیث الرسولؐ

اصل راز اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس
کا کمال تقویٰ ہے۔ جماعت صحابہؓ
میں حضرت صدیق اکبرؓ کو تقوے
انابت وصی اللہ، خدا خوفی اور
تعلق مع اللہ کا جو شرف حاصل
ہے وہ انہی کا حصہ ہے۔
یہ واحد بزرگ ہیں جنہوں نے حضور
السلام کی دعوت ایمان کو بلا چون و
چرا تسلیم کیا اور مسلمان ہونے
کے بعد خدمتِ اسلام میں ایسے
محو و مشغول ہوئے کہ اپنا سب
کچھ اللہ کی راہ میں لٹا دیا۔
حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ
جیسے متعدد مظلوم حضرات تھے جو
قبولیت اسلام کے "جرم" میں اپنے
ظالم و سفاک آقاؤں کے جور و ستم
کا شکار تھے۔ صدیق مکرم کی
دولت ان حضرات کی نجات کا
ظاہری ذریعہ بنی۔ اور یوں آپ نے
ان گنت حضرات کو ان کے اسلام
کے پیشِ نظر خرید خرید کر آزاد کر
دیا۔ ہجرت کی رات گھر کا اثاثہ و
سرمایہ لے کر چلے تاکہ حضور علیہ
السلام کی خدمت کر سکیں، اور
پھر غارِ ثور کے تین دن آپ نے
اور آپ کے سارے گھر نے جس
ایثار و خلوص اور قربانی و فدائیت
کا مظاہرہ کیا اس کی مثال پوری
انسانی تاریخ میں مشکل سے ملے گی۔

جیشِ عسرہ کے موقعہ پر اپنے گھر
کا تمام سرمایہ سرکار مدینہ کے قدموں
میں ڈھیر کرنے کی آپ ہی کو سعادت
حاصل ہوئی۔ اس کے علاوہ مختلف
مواقع پر آپ نے جس طرح اسلام،
پیغمبر اسلام اور مظلوم مسلمانوں کی
خدمت کی وہ ایک ریکارڈ ہے۔
اس خلوص و للّٰہیت کا ثمرہ ہی
تھا کہ ستاروں سے بھرے ہوئے
آسمان کے برابر نیکیوں کی بات تو
حضرت عمرؓ کے حق میں کی گئی لیکن
آپ کے لیے فرمایا گیا کہ ابوبکرؓ
کی ایک نیکی ایک طرف اور عمرؓ
کی تمام نیکیاں ایک طرف!
حضرت ابوبکرؓ کی کون سی
نیکی ہے جو اتنی بھاری اور وزنی
ہے کہ حضرت عمرؓ کی ان گنت
نیکیوں سے بھی بڑھ کر ہے۔ بالعموم
ہجرت کی رات کے متعلق کہا جاتا
ہے کیونکہ حضور علیہ السلام کے
قتل کا مکمل منصوبہ موجود ہے۔
اور دنیائے کفر آپ کے خون کی
پیاسی ہے۔ ایسی حالت میں سرکارؐ
کو اپنے کندھوں پر اٹھا کر کئی
میل دور غار میں پہنچانا اور غار
میں داخل ہونے سے پہلے غار کی
صفائی کا حتی الوسع اور حتی الامکان
اہتمام کرنا اور ایک سوراخ جو بند
نہیں ہو سکا اس پر اپنی ایڑھی
رکھ لینا اور سانپ کے وار پر وار
سہہ لینا لیکن حرکت نہ کرنا تاکہ

سرکارؐ کی راحت نہ بگڑے
یہ مقام آپ ہی کا ہے
آپ کی یہی ادائیں تھیں جو نہ صرف
رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و
آلہ و اصحابہ وسلم کو پسند تھیں
بلکہ ربِ محمدؐ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ
و آلہ و اصحابہ وسلم) کو پسند تھیں
حضور علیہ السلام نے اپنا لعاب
دہن زخمی پاؤں پر لگایا تو ربِ
محمدؐ (صلی اللہ علیہ و آلہ واصحابہ
وسلم) نے لَا تَحْزَنْ کے الفاظ میں
وحی بھیج کر صدیق اکبرؓ کا تذکرہ
قرآن میں محفوظ کر کے انہیں زندہ
جاوید بنا دیا۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
کیا مقام ہے حضرت عمرؓ
کا کہ آسمان کے ستارے ان کی
نیکیوں کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ اور
کیا مقام ہے صدیق اکبرؓ کا کہ
ان کی ایک نیکی اتنی عظیم ہے۔
کہ سبحان اللہ!

صحابہ علیہم الرضوان کی انہی
خصوصیات نے انہیں زندہ جاوید بنایا
ربِّ کائنات نے انہیں معیارِ حق و
صداقت قرار دیا۔ تو سرکارؐ نے
نجوم ہدایت بتایا۔
اللہ تعالیٰ امت کی طرف
سے ان حضرات کو بہترین اجر
عطا فرمائے۔
اللّٰھم آمین! ثم آمین!!

ٹیلی فون نمبر ۰۵۴۵ | خدام الدین | رجسٹرڈ ایل نمبر ۶۰۷۴